ماہنامہ
دلیلِ راہ
لاہور

فروری 2008ء ۔ صفر المظفر 1429ھ

ناشرِ احکام و پیغام و کلامِ کبریا
ناصرِ آئینِ دین و سنتِ خیر الوریٰ
کشتۂ توحید، مداحِ نبی الانبیاء
حامیِ صدیق و فاروق و غنی و مرتضیٰ
مشربش، ہم چوں حسن، مہر و وفا، صدق و صفا
مذہبش صبر و رضا، مثلِ شہیدِ کربلا
سالکِ راہِ جنید و شبلی و موسیٰ رضا
کاشفِ صدنکتہ با و صد حجاب و صد خطا
صوفیاء را پیشوا و عالماں را مقتدا
ترجمانِ اولیاء و ازکیاء و اتقیا
بے گماں شد شیخ با مخدوم با آقائے ما

مشن اور تعلیمات کو سمجھنے کیلئے کے آپ کے مکتوبات میں سے چند ایک عنوانات پر اقتباسات استفادہ عام کیلئے پیش کرتے ہیں۔

مدحتِ مصطفیٰ ﷺ

حضور رسالت مآب ﷺ کے ساتھ دل و جان سے محبت کرنا اور آپ ﷺ کو دنیا و مافیہا سے بڑھ کر چاہنا ایمانِ کامل کی علامت ہے۔ آپ ﷺ ساری کائنات کیلئے رحمت ہیں اور انسانیت کے محسنِ اعظم ہیں۔ ایسا کون مسلمان ہے جس کی تمام تر عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز و محور سرورِ کونین، احمد مختار، جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ اقدس نہ ہو۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ حضور رسالت مآب ﷺ کی نعت کے ضمن میں شیخ فرید بخاری علیہ الرحمہ کے نام اپنے مکتوب نمبر 44 میں چند تمہیدی کلمات کے بعد یوں رقمطراز ہیں۔

''سمجھ میں نہیں آتا کہ گرامی نامہ کے جواب میں یہ بے سروساماں کوتاہ عمل کیا لکھے بجز اس کے کہ چند ماثور و منقول فقرے آپ کے جد بزرگوار خیر العرب والعجم، نبی اکرم ﷺ کے فضائل و محامد میں رقم کردے اور اس سعادت نامہ کو اپنے لئے وسیلہ نجات اُخروی بنائے۔ اس توصیف و منقبت کی برکت سے خود میرا کلام قابلِ تعریف بن جائے۔ جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے۔

ما ان مدحت محمداً بمقالتی

ولکن مدحت مقالتی بمحمدِ

اب منقبت حضور اکرم ﷺ لکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے لغزش سے محفوظ رکھے اور نیک توفیق عطا فرمائے۔

''بیشک حضرت محمد ﷺ تمام اولاد آدم علیہ السلام کے سردار ہیں، اور قیامت میں تمام انبیاءِ کرام کے مقابلے میں آپ ﷺ کے متبعین زیادہ تعداد میں ہوں گے۔ آپ ﷺ اللہ کے نزدیک تمام اولین و آخرین میں مکرم و معظم ہیں۔ قیامت قائم ہونے پر سب سے پہلے آپ ﷺ ہی اپنی مرقدِ مبارک سے اٹھیں گے۔ آپ ﷺ سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہوں گے، اور آپ ﷺ کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔ سب سے پہلے آپ ﷺ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کو آپ کیلئے کھولے گا۔ قیامت میں آپ ﷺ لوائے حمد کو اٹھائے ہوئے ہوں گے اور حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سب اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ خود حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''ہم (میں اور میری اُمت ظہور کے لحاظ سے آخر میں ہیں لیکن) قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے۔ یہ بات میں فخر سے نہیں کہتا (بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر اللہ تعالیٰ کے انعام کا اظہار کرتا ہوں) میں اللہ کا حبیب ہوں، میں مرسلین و انبیاء کا قائد ہوں اور یہ بات بھی میں فخراً نہیں کہہ رہا۔ میں سلسلہ انبیاء کا ختم کرنے والا آخری نبی ہوں۔ اس پر بھی فخر نہیں۔ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان سب سے بہتر میں پیدا کیا، پھر اس مخلوق کو دو حصوں (عرب و عجم) میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں سے بہتر میں پیدا کیا پھر قبائل بنائے تو بہترین قبیلے میں مجھے پیدا کیا، پھر اُس قبیلے کی شاخیں بنائیں تو ان میں سے مجھے بہترین میں پیدا کیا۔ پس از روئے نفس اور بنظرِ قبیلہ و بیت میں سب سے بہتر ہوں۔ قیامت میں سب سے پہلے قبر سے برآمد ہونے والا میں ہی ہوں گا۔ جب لوگ درگاہِ خداوندی میں آئیں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا۔ جب وہ کلام نہ کرسکیں گے تو میں کلام کرنے والا ہوں گا اور جس وقت تمام لوگ میداں محشر میں پریشان و محبوس کھڑے ہوں گے میں ان کی شفاعت کروں گا۔ جب وہ ناامید ہو جائیں گے میں ان کو بشارت دینے والا ہوں گا۔ اس دن کرامت و بزرگی اور کلید ہائے جنت میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ ثناءِ حق کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ قربِ خدا میں تمام فرزاندانِ آدم میں میں گرامی ترین ہوں اور جب قیامت کا دن ہوگا تو میں امام انبیاء، خطیبِ انبیاء اور صاحبِ شفاعت ہوں گا اور ان سب خصوصیات پر مجھے کچھ بھی فخر نہیں ہے (بلکہ صرف اظہارِ نعمت کیلئے کہہ رہا ہوں)''

آج کے پُرفتن دور میں ایک گروہ ایسا ہے کہ جس کے سامنے رسالت مآب ﷺ کی تعریف و توصیف کی جائے تو ان کی جبینوں پر بیسیوں بل پڑ جاتے ہیں اور ان کا خبث باطن ان کے چہروں سے بھی عیاں ہو جاتا ہے جبکہ اُن کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ اہلِ حق سے تعلق رکھتے ہیں اور اسلام کی حقیقی تعلیمات کے وہ ہی وارث و علمبردار ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اپنی بیمار فکر کا ناطہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے بھی جوڑتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی تعریف میں مصنف عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ ''سیدنا جابر بن عبداللہ ؓ سے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا ''یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ مجھے خبر دیں کہ وہ پہلی کون سی شے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے پیدا فرمایا؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا، پھر یہ نور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے موافق جہاں اس نے چاہا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا، نہ جنت تھی نہ دوزخ نہ فرشتہ تھا نہ آسمان نہ زمین تھی نہ سورج نہ چاند نہ جن نہ انسان۔۔۔۔۔'' (الی آخر) رسول اکرم ﷺ کی تعریف و توصیف میں جب کوئی روایت بیان کی جاتی ہے

تو رسول اللہ ﷺ کی کریم ذات سے ان کے بغض وعناد کا اظہار یوں ہوتا ہے کہ ان روایات کو ضعیف قرار دے دیتے ہیں صرف اس لئے کہ اس میں وجہِ تخلیقِ کائنات حضور رسالت مآب ﷺ کی شان وعظمت کا بیان ہو رہا ہے۔ امام ربانی علیہ الرحمہ نے سید فرید بخاری کے نام اپنے مکتوب میں سرورِ کائنات ﷺ کی نعت بیان کرتے ہوئے اسی حدیث کو موضوعِ سخن بنا کر جہاں ایک طرف رسولِ کریم ﷺ سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کر دیا ہے وہاں دوسری جانب بدعقائد اور فکر کے حامل فرقوں کا رد بھی فرما دیا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

''دراصل نبی اکرم ﷺ باعثِ تخلیقِ عالم ہیں۔ آپ ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، اور نہ اللہ تعالیٰ (مخلوق پیدا کر کے) اپنی ربوبیت کا اظہار کرتا۔ آپ ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام کا پتلا بھی تیار نہیں ہوا تھا۔''

امامِ کبیر امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ سے کسی نے سوال کیا کہ اہلِ محبت کون ہیں؟ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا یہ دولت اللہ تعالیٰ نے اہلسنت و جماعت کے حصہ میں رکھی ہے لہٰذا اہلِ محبت اہلسنت اہلِ ہیں اور اہلسنت ہی اہلِ محبت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اہلسنت و جماعت پر یہ خصوصی کرم ہے کہ انہیں عقائدِ صحیحہ اور راہِ ہدایت کی دولت سے نوازا ہے۔ اللہ رب العالمین کو وحدہ لاشریک، حضور رسالت مآب ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا حبیب، سیدُ المرسلین، اور ختم المرسلین، اسلام و قرآن کی حقانیت وصداقت، اہلبیت کی عظمت وشان، صحابہ کرام کی بزرگی وکرامت پر ایمان لا کر آئمہ اُمت کی دین اسلام کی خدمت کے سلسلہ میں کوشش وسعی اور صوفیاءِ کرام کے اخلاص پر مبنی جدوجہد کو سلام پیش کرنا اور ان سب سے محبت وعقیدت کو دین اسلام کی اصل جاننا اہلسنت و جماعت کا ہی طرہءِ امتیاز ہے۔ امامِ ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز نے اپنی تعلیمات میں اسی فکر کو قوت دی اور پروان چڑھایا۔

محبتِ اہل بیت:

صحیح العقیدہ مسلمان حضور ﷺ کی آلِ پاک سے محبت کو جزوِ ایمان سمجھتے ہیں اور اہلبیت پاک سے تعلق کو اپنے لئے اُخروی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ صحیح العقیدہ مسلمان حضور ﷺ کی آلِ پاک سے محبت کو جزوِ ایمان سمجھتے ہیں اور اہل بیت پاک سے تعلق کو اپنے لئے اُخروی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اکبر بادشاہ کے دربار میں شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ منصب پر فائز تھے جو خانوادہ رسول ﷺ سے نسبت رکھتے تھے۔ ان کا سلسلہ نسب نو واسطوں سے حضرت سید جلال الدین بخاری اور ستائس واسطوں سے حضور رسالت مآب ﷺ سے ملتا ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ جب سید فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مکتوب تحریر فرماتے ہیں تو آپ کی تحریر کے ایک ایک لفظ سے محبت اہل بیت پاک جھلکتی محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ جب مغل بادشاہ اکبر کے دور میں اسلام کی تعلیمات کو مسخ، شعائرِ اسلام کی بے حرمتی، اسلامی اقدار کی ناقدری اور علماء ومشائخِ اسلام کی تذلیل کی جارہی تھی تو امامِ ربانی قدس سرہ العزیز بہت مضطرب ہوئے اور سید فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نام اپنے مکتوب نمبر 48 میں تحریر فرماتے ہیں۔

''حق سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کے وجود شریف کے ذریعے ارکانِ شریعت اور احکامِ ملت قوت گیر اور رواج پذیر ہوں۔ (کار این است وغیر ایں ہمہ ہیچ)''

''آج ضعفاءِ اسلام کو اس زبردست طوفانِ گمراہی میں امیدِ نجات، اہل بیت خیر البشر ﷺ سے ہے۔ رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ''**مثل اھلِ بیتی کمثلِ سفینۃِ نوحٍ مَن رکبھا نجا ومَن تخلف عنھا ھلک**'' (میرے اہل بیت کی مثال کشتیِ نوح کی سی ہے جو شخص اُس پر سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جس نے اس سے کنارہ کشی کی وہ ہلاک ہو گیا)۔ آپ اپنی ہمتِ عالی کو تمام تر اس جانب لگائیں کہ اس سعادت عظمیٰ (امداد واعانتِ دین کی دولت) کو حاصل کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے آپ کو جاہ وجلال اور عظمت وشوکت سب کچھ میسر ہے۔ اگر شرفِ ذاتی کے ساتھ ساتھ ترویجِ شریعت بھی آپ کے ذریعے ہوگی تو آپ بوسیلہءِ چوگانِ سعادت، گوئے سبقت لے جائیں گے۔''

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ سادات کرام کو اللہ تعالیٰ نے اتنی فضیلت اور برکات عطا فرمائی ہیں کہ ہم جتنی بھی ان کی تعریف بیان کریں کم ہے۔ اور اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اہلبیت سے محبت رکھنے والوں میں شامل رکھے۔ چنانچہ شیخ عبدالوہاب کی طرف اپنے مکتوب نمبر 56 میں تحریر فرماتے ہیں:

''سادات کثیر البرکات کی پاک درگاہ دین ودنیا کے سردار کی جزئیت یعنی جزو اور اولاد ہونے کے باعث اس سے بڑھ کر ہے کہ اس کی تعریف اور توصیف ہو سکے۔ ہاں اس کو اپنی سعادت کا وسیلہ بنا کر اس بارے میں جرأت کرتا ہے بلکہ اس وسیلہ سے اپنے آپ کی ستائش کرتا ہے اور ان کی محبت کو جس کا ہمیں امر ہے ظاہر کرتا ہے۔ **اللھم اجعلنا من مُحِبِّیھم بحرمتِ سیدِالمرسلین علیہ و علیٰ آلہٖ علیھم الصلوٰۃ والسلام**۔ یا اللہ تو سید المرسلین کے طفیل ہمیں سادات کے ساتھ محبت کرنے والوں میں سے بنا۔''

امامِ ربانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز مکتوبات میں ہی کسی مقام پر یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کوئی بھی شخص اس وقت تک مقامِ ولایت کو نہیں پا سکتا جب تک کہ اس کے دور کا کوئی سیّد آلِ رسول اس کی ولایت پر مہرِ تصدیق ثبت نہ کرے۔

عقائدِ اہلسنت و جماعت:

حضرت امامِ ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک عقائد کی درستگی کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔ جس طرح پہلے بیج ہے اور پھر درخت اور شاخیں اور پھل یا جس طرح جسم کے اندر دل کی اہمیت ہے۔ لہذا عقیدہ بیج کی مانند ہے اور اعمال پھل۔ نیک اعمال اس وقت تک بے فائدہ ہیں جب تک کہ عقیدہ درست نہ ہو، چنانچہ آپ سید فرید بخاری علیہ الرحمہ کے نام اپنے مکتوب نمبر 193 میں رقمطراز ہیں۔

''عمل میں اگر کچھ سستی ہو جائے تو ممکن ہے بغیر توبہ بھی معاف کر دیا جائے اور اگر مواخذہ بھی ہوگا تو آخر کار نجات ہو ہی جائے گی۔ پس سب سے بڑا کام تصحیحِ عقائد ہے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے اگر تمام احوال و مواجید ہم کو دیں اور ہماری حقیقت کو عقائدِ اہلسنت و جماعت کے ساتھ مزین نہ کریں تو اس کو ہم اپنے لیئے خرابی و بربادی سمجھیں گے، لیکن اگر تمام خرابیاں ہمارے ساتھ جمع کر دیں اور ہماری حقیقت کو اہلسنت و جماعت سے نواز دیں تو ہم کو کچھ خوف نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو طریقہ، مرضیہ پر ثابت قدم رکھے۔ **بحرمة سید البشر ﷺ**.''

دورِ حاضر کے بعض جُہلا حضرت مجدد قُدِس سرہٗ العزیز کی تعلیمات سے ناآگاہ ہوتے ہوئے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ یہ کہہ دیتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی اہل سنت میں سے نہیں تھے، جب کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ آئمہ اسلام اور اکابر علماء و مشائخ ہمیشہ اپنے رب کی بارگاہ میں یہ دعا کیا کرتے تھے کہ باری تعالیٰ اہل سنت و جماعت کے ساتھ رکھ اور تادمِ آخریں اسی پر قائم رکھ۔ حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ مکتوبات میں اپنے متبعین کو تسلسل کے ساتھ یہ تلقین فرماتے ہیں کہ وہ اہلسنت و جماعت کے علماءِ کرام کی تشریحات اور فتاویٰ کے مطابق زندگی بسر کریں اور انہیں کے عقائد پر پختگی سے قائم رہیں۔ ان کے نزدیک اُخروی نجات صرف اُسی صورت میں یقینی ہے کہ جب موت اہلسنت و جماعت کے عقائد پر کاربند رہتے ہوئے آئے۔ آپ اپنے مکتوب نمبر 69 میں خان خاناں کے نام تحریر فرماتے ہیں۔

''خلاصہِ کلام یہ ہے کہ نجات کا طریقہ اہلسنت و جماعت کی متابعت میں ہے۔ اقوال میں بھی، افعال میں بھی، اصول میں بھی، فروع میں بھی۔ اس لئے کہ یہ گروہ ہی فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) ہے۔ دیگر فرقے معرضِ زوال اور قربِ ہلاک میں ہیں۔ آج کوئی جانے یا نہ جانے کل بروزِ قیامت ہر ایک جان لے گا، مگر اُس دن کا جاننا کچھ نفع نہ دے گا۔ اے اللہ! ہم کو آگاہ کر دے پہلے اس سے کہ موت ہمیں آگاہ کرے۔''

نمازِ پنجگانہ و زکوٰۃ و حج کی ادائیگی، قرآنِ حکیم کی تلاوت، ماہ صیام کے روزے، صدقہ و خیرات، رفاہِ عامہ، غرباء و مساکین کی مدد اور ان جیسے دیگر بیشمار اعمالِ صالحہ کے یقیناً فوائد و برکات ہیں لیکن اگر عقیدہ صالح نہ ہو تو یہ سارے کے سارے نیک اعمال بھی اللہ کی بارگاہ میں نفع بخش نہ ہونگے۔ حضرت مجدد قدس سرہ العزیز اعمالِ صالحہ کو اس وقت تک نتیجہ خیز اور نفع بخش نہیں مانتے جب تک کہ عقائد اہلسنت و جماعت کے مطابق نہ ہوں۔ مرزا داراب ابنِ خانخاناں کے نام اپنے مکتوب نمبر 71 میں تحریر فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ تمہاری تائید کرے اور تمہاری مدد فرمائے۔ انعام کرنے والے کا شکر ادا کرنا اُس شخص پر جس پر انعام ہوا ہے عقلاً و شرعاً واجب ہے اور یہ مسلم ہے کہ وجوبِ شکر باندازہِ وصولِ نعمت ہے۔ پس جتنی نعمت زیادہ ہوگی وجوبِ شکر بھی زیادہ ہوگا۔ تو نگروں پر ان کے درجات کے پیشِ نظر بہ نسبت فقراء کے کئی گُنا شکر واجب ہے۔ اسی بناء پر اس اُمت کے فقراء، مالداروں سے پانچ سو سال پہلے بہشت میں جائیں گے۔ منعمِ حقیقی کا شکر اولاً تو فرقہِ ناجیہ اہلسنت و جماعت کے تصحیحِ عقائد کے ذریعے ہو۔ دوسرے مجتہدینِ اہلسنت کی رائے کے مطابق احکامِ شرعیہ عملیہ کو انجام دے کر، اور تیسرے صوفیاءِ اہلسنت کے طریقے سے تصفیہ و تزکیہ کر کے۔ اس تیسرے رکن کا وجوب استحسانی ہے برخلاف دو سابق ارکان کے۔ اس لیے کہ اصلِ اسلام تصحیحِ عقائد اور ادائیگیِ اعمال ہی سے وابستہ ہے، البتہ کمالِ اسلام، تزکیہ سے متعلق ہے اور جو عمل اِن ارکانِ ثلاثہ کے خلاف ہو اگرچہ ریاضاتِ شاقہ اور مجاہداتِ شدیدہ کی جنس ہی سے کیوں نہ ہو داخلِ معصیت ہے، پس تم کو متابعتِ سیدنا نبی کریم ﷺ و متابعتِ خلفاءِ راشدین ؓ لازم ہے۔''

مکتوب نمبر 193 بنام سید فرید بخاری میں تحریر فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ آپ کا ناصر و معین ہو ہر اس کام کے مقابلہ میں اور اس سے بچانے میں جو آپ کیلئے نازیبا ہو۔ سب سے پہلی ضرورت ان لوگوں کیلئے جو مکلّف ہیں تصحیحِ عقائد ہے۔ علماءِ اہلسنت و جماعت کی آراء کے مطابق، نجاتِ اُخروی انہیں علماء کے راہِ راست دکھانے والے عقائد کے اتباع سے وابستہ ہے۔ فرقہِ ناجیہ یہ (اہلسنت و جماعت) اور ان کے متبعین ہی ہیں۔ یہی حضرات رسول اکرم ﷺ اور آپ کے

اصحاب کے طریقے پر ہیں۔صلوات اللہ وتسلیماتہٗ علیہ وعلیہم اجمعین۔کتاب وسنت سے حاصل کردہ وہی علوم معتبر ہیں جو ان علماءِ اہلسنت نے اخذ کئے اور سمجھے ہیں۔''

مرزا فتح اللہ حکیم کے نام اپنے مکتوب نمبر 80 میں تحریر فرماتے ہیں۔

''یوں تو تہتر فرقوں میں سے ہر فرقہ اتباعِ شریعت کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنی نجات پر یقین رکھتا ہے۔قرآنِ حکیم میں ''کل حزب بما لدیھم فرحون'' (ہر گروہ خوش ہے اس پر جو اس کے پاس ہے) لیکن نجات یافتہ ہونے کی دلیل ونشانی جس کو مخبرِ صادق ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ ہے کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جو اس طریقہ پر ہو جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں۔''

اتباعِ رسول کریم ﷺ

امامِ ربانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ تمام تر دنیوی اور اخروی سعادتوں، روحانی مدارج کے حصول، اللہ ربّ العزت کی رضا وخوشنودی اور اس کا قرب حاصل کرنے کیلئے اتباعِ رسولِ کریم ﷺ کو لازم قرار دیتے ہیں۔

عبدالرحیم خانخانان کے نام اپنے مکتوب نمبر 191 میں اتباعِ رسولِ کریم ﷺ کی اہمیت کو اجاگر فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

''سعادتِ ابدی اور نجاتِ سرمدی، متابعتِ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مربوط ہے، اگر بالفرض ہزار سال عبادت کی جائے اور ریاضاتِ شاقہ اور مجاہداتِ شدیدہ بجالائے جائیں لیکن وہ انبیاء علیہم السلام کے نورِ متابعت سے منور نہ ہوں تو ان کی کوئی قیمت نہیں۔ ہزار سالہ ریاضتیں اور مجاہدے اُس ایک دوپہر کے سونے (قیلولہ) کے برابر نہیں جو انبیاء کے حکم کے مطابق ہو، اگرچہ اس سونے میں سراسر غفلت و تعطیل ہے۔قیلولہ کے مقابلہ میں ہزار سالہ عبادت کو چٹیل میدان میں سراب کے مانند شمار کریں گے۔''

اسی حوالے سے صوفی قربان نامی شخص کے نام اپنے مکتوب نمبر 114 میں تحریر فرماتے ہیں:

''حق سبحانہ وتعالیٰ ہم مفلسانِ بے سروسامان کو سید اولین وآخرین ﷺ کی دولتِ اتباع سے مشرف فرمائے۔اللہ تعالیٰ حضور ﷺ ہی کے طفیل میں اپنے کمالاتِ اسمائی وصفاتی کو ظہور میں لایا ہے اور اس نے حضور ﷺ کو بہترین جمعِ کائنات بنا کر پیدا کیا ہے۔اللہ تعالیٰ متابعتِ سنتِ رسول ﷺ پر استقامت نصیب فرمائے۔اس متابعتِ مرضیہ کا ایک ذرہ تمام تلذذاتِ دنیوی اور تنعماتِ اُخروی سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔فضیلت متابعتِ سنت کے ساتھ متعلق ہے اور بزرگی احکامِ شریعت محمدی ﷺ سے مربوط ہے۔مثلاً دوپہر کا سونا اگر اتباعِ سنت کی رو سے واقع ہو تو کروڑوں راتوں کی ان شب بیداریوں سے افضل ہے جو متابعت کے ساتھ نہ ہوں۔اسی طرح عیدالفطر کے دن روزہ نہ رکھنا کہ شریعت مصطفوی ﷺ نے اسی کا حکم دیا ہے، ابدالآباد تک مسلسل ایسے روزے رکھنے سے افضل ہے جو شریعت سے ماخوذ نہ ہوں۔''

اطاعتِ رسول ﷺ کے ضمن میں اپنے ایک محبّ سید شیخ فرید بخاری کے نام مکتوب (150) میں تحریر فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''من یطع الرسول فقد اطاع اللہ'' جو رسول کی اطاعت کرتا ہے بیشک وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔اس ارشاد میں اللہ تعالیٰ نے اطاعتِ رسول ﷺ کو عین اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔معلوم ہوا وہ اطاعتِ خدا ہی نہیں جو اطاعتِ رسول ﷺ کے بغیر ہو۔اس حقیقت کو موکّد کرنے کیلئے کلمہ قد لایا گیا تاکہ کوئی نادان ان دونوں اطاعتوں میں جدائی اور تفرقہ پیدا نہ کرسکے۔اور ایک دوسرے پر ترجیح نہ دے سکے''۔

شیخ طریقت وآدابِ صحبت:

امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے نزدیک چند رسوم کی ادائیگی کا نام تصوف نہیں بلکہ مقصد ومدعا اپنی زندگی کو دینِ اسلام کی تعلیمات، اور رسولِ کریم ﷺ کی سیرتِ نور کے مطابق ڈھال کر اصلاحِ احوال اور آخرت سازی ہے۔چنانچہ آپ میر سید محمد نعمان بدخشی کے نام اپنے مکتوب نمبر 190 میں فرماتے ہیں:

''جانتے ہو کہ پیر کون ہے؟ پیر وہ ہے کہ جنابِ قُدس تک پہنچنے کا طریقہ تم اس سے حاصل کرو اور اس راہِ سلوک میں اس سے مدد واعانت پاؤ۔محض کلاہ، چادر اور شجرہ سلسلہ جو رواج پذیر ہے حقیقتِ پیری مریدی سے خارج ہے اور داخلِ رسوم وعادات ہے۔یہ بھی جاننا چاہیئے کہ خواب اور وارداتِ قلبیہ شایانِ اعتماد نہیں ہیں۔اگر کوئی اپنے کو خواب میں بادشاہ دیکھ لے یا قطبِ وقت پائے تو حقیقت میں ایسا نہیں ہوجاتا۔اگر بیرونِ خواب بادشاہ یا قطب ہو تو البتہ صحیح ہے۔پس احوال ومواجید جو بیداری میں اور بحالتِ ہوش ظاہر ہوں وہ گنجائشِ اعتماد رکھتے ہیں ورنہ نہیں۔یہ بھی واضح رہے کہ ذکر کا نفع اور ذکر کے آثار کا ترتب عملِ شریعت سے وابستہ ہے۔پس فرائض وسُنن کی ادائیگی اور حرام ومشتبہ سے اجتناب اچھی طرح ملحوظ رہنا چاہیئے۔ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں علماء سے رجوع کرنا اور ان کے فتویٰ کے مطابق زندگانی بسر کرنا چاہیے۔''

طالبانِ راہِ سلوک کی تعلیم وتربیت ہمیشہ آپ کے پیشِ نظر رہتی چنانچہ آپ عقیدت مندوں اور خلفاء کو تسلسل کے ساتھ خطوط لکھتے رہتے اور ضرورت کے مطابق اُن کی رہنمائی کرتے۔ شیخ عبدالحمید بنگالی کے نام اپنے مکتوب نمبر 292 میں آدابِ طریقت پر تحریر فرماتے ہیں:

''تعریف اس اللہ کی جس نے ہم کو آدابِ نبویہ ﷺ کے ساتھ مؤدب کیا اور اخلاقِ محمدیہ ﷺ کی جانب رہنمائی فرمائی۔ درود وسلام حضور ﷺ پر اور آپ کے آل واصحاب پر۔ واضح ہو کہ راہِ طریقت کے چلنے والے دو حال سے خالی نہیں ہیں، یا تو وہ مرید ہیں یا مراد ہیں۔ اگر مراد ہیں تو اُنہیں خوشخبری ہو کہ اُن کو قضاوقدر محبت کے راستے کشاں کشاں لے جائیں گے اور مطلبِ اعلیٰ تک پہنچائیں گے، نیز جو ادب بھی درکار ہوگا بالواسطہ یا بلاواسطہ ان کو سکھادیں گے، اگر کوئی لغزش واقع ہوگی تو جلد آگاہ کردیں گے اور اُس پر مواخذہ نہ کریں گے۔ اگر وہ مُرشدِ ظاہر کی ضرورت رکھتے ہوں گے تو بغیر کسی (خاص) کوشش کے مرشدِ کامل کی طرف رہنمائی فرمادیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایتِ ازلی ایسے بزرگوں کے حال کی خبر گیر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی ذریعہ سے یا بغیر ذریعہ اُن کا کام پورا کریں گے۔''

اپنے ایک مرید حکیم عبدالوھاب کے نام آدابِ مریدی تلقین کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''تم دو مرتبہ ہمارے یہاں آئے اور جلدی جلدی چلے گئے۔ اس کا موقع ہی نہ ملا کہ ہماری طرف کما حقہ حقوقِ صحبت کو ادا کیا جاتا۔ ملاقات سے مقصود ''افادہ'' یا ''استفادہ'' ہے۔ اگر کوئی مجلس ان دونوں باتوں سے خالی ہو تو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ اہل اللہ کے پاس خالی ہو کر آنا چاہیئے تاکہ بھر کر واپس جائے اور اپنی ناداری ومفلسی کا اظہار ان کے سامنے کرنا چاہیئے تاکہ انہیں اس پر رحم آجائے اور راہِ فیض کشادہ ہو۔ سیراب ہو کر آنا اور سیراب ہو کر جانا اس میں کوئی لطف نہیں۔ سیراب اور بھرا ہوا ہو کر آنا کسی نہ کسی مرض کی وجہ سے ہوتا ہے اور درویشوں سے یہ استغنا سرکشی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ:

''اوّل نیازِ شکستہ بعد ازاں توجہ خاطر شکستہ''۔ یعنی پہلے اہل اللہ کے سامنے نیازمندی کا اظہار ہو اس کے بعد ان کی طرف سے خاطر شکستہ کے درست کرنے کی تدبیر ہوگی پس توجہ حاصل کرنے کے لئے طالب کی نیازمندی وعاجزی شرط ہے۔''

اپنے ایک عقیدت مند میاں شیخ مزمل کے نام مکتوب 156 میں آدابِ صحبت کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

''جو مکتوب قاضی زادہ جالندھر کے ہاتھ بھیجا تھا انہوں نے مجھے دہلی میں پہنچادیا۔ الحمدللہ کہ محبتِ فقراء نقد وقت رکھتے ہو۔ المرء مع من احب کی رو سے تم فقراء کے ساتھ ہی ہو۔ ماہِ رجب جس میں تم نے آنے کا وعدہ کیا ہے بحسبِ زمان تو قریب ہے لیکن درحقیقت بہت دور ہے۔

فراقِ دوست اگر اندک است اندک نیست
درونِ دیدہ اگر نیم موست بسیار است

ترجمہ: دوست کی جدائی اگر تھوڑی سی بھی ہو تو وہ تھوڑی نہیں ہے، آنکھ کے اندر اگر آدھا بال ہے وہ بھی بہت ہے مگر چونکہ تم نے یہ تجویز اپنے اربابِ حقوق کی رعایت کی بناء پر کی ہے لہٰذا ایسا ہی کرو۔ فقیر بھی رجب تک شاید یہاں (دہلی) رہے گا۔ واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب. بہرحال عمرِ چند روزہ کو فقراء کے ساتھ گزارنا چاہیئے۔ (ترجمہ) اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیئے جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے اور اس کی مرضی کو چاہتے ہیں۔ یہ خودنفسِ قاطع ہے۔ یہ حکم حق سبحانہ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا ہے۔ ایک درویش فرماتے ہیں ''الٰہی تو نے یہ کیا عجیب معاملہ اپنے دوستوں کے بارے میں برتا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا تجھ کو پایا اور جب تک تجھے نہ پایا ان کو نہ پہچانا''۔ اللہ ہمیں اور تمہیں طائفہ علیہ کی محبت نصیب فرمائے۔۔ والسلام!''

خضر خان لودھی کے نام اپنے مکتوب نمبر 94 میں تحریر فرماتے ہیں:

''حق تعالیٰ شریعتِ مصطفیٰ ﷺ کے راستہ پر استقامت عطا فرمائے اور جو کچھ ضروری ہے یہ ہے کہ اول فرقہ ناجیہ اہلِ سنت وجماعت کے عقائد کو درست کریں اور پھر احکامِ فقہی از قسم فرض وواجب ومستحب وحلال وحرام ومکروہ مشتبہ جاننے کے بعد ان کے موافق عمل بجالائیں۔ جب یہ دو یعنی اعتقاد وعمل حاصل ہوگئے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق نے مدد کی تو عالمِ حقیقت کی طرف پرواز کرسکتے ہیں ورنہ ان دو بازوؤں کے حاصل ہونے کے بغیر عالمِ حقیقت کی تہہ تک پہنچنا محال ہے۔

محال است سعدی کہ راہِ صفا تواں رفت جز در پے مصطفیٰ ﷺ

یعنی جب تک مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت نصیب نہ ہو اس وقت تک تصوف کی راہ حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم اور آپ کو حضرت محمد ﷺ کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔''

طریقت اور شریعت:

بعض خام صوفیاء نے اپنی نفسانی خواہشات کے زیر اثر تصورِ وحدۃ الوجود تشریحات کر کے شریعت رسولِ اکرم ﷺ کی پابندی اور اس پر عمل کو روحانی منازل کے راستہ میں غیر ضروری قرار دیا اور یوں بعض مشائخ میں بے عملی اور بے راہ روی رواج پا گئی۔ بلکہ معاملات یہاں تک پہنچے کہ روحانیت کی منازل طے کرنے کے دعویداروں نے کھلے عام یہ کہنا شروع کر دیا کہ روحانی درجات طے کرنے کیلئے ریاضت و مجاہدہ درکار ہے نہ کہ شریعت کی پابندی اور یہ بھی کہ طریقت و حقیقت افضل ہیں شریعت سے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز نے ایسی سوچ اور فکر کا سختی سے رد کرتے ہوئے گمراہیوں کے مفاسد کا خوب سدِ باب فرمایا ہے۔ چنانچہ اپنے مکتوب نمبر 40 دفتر اوّل میں تحریر فرماتے ہیں۔

''مخدوما! منازل سلوک طے کرنے کے اور مقامات جذب قطع کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ حاصل اور مقصد تمام سیر و سلوک کا یہ ہے کہ مقامِ اخلاص حاصل ہو جائے جو کہ تمام آفاقی اور انفسی معبودوں کی فنا پر منحصر ہے۔ شریعت کے تین اجزاء ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص۔ طریقت اور حقیقت اخلاص کے خادم ہیں (یعنی طریقت و حقیقت کی جتنی منازل طے ہوں گی اسی قدر اخلاص میں قدم راسخ تر ہوتا جائے گا) میں نے جو بات کہی ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے لیکن ہر شخص کی عقل اس کے سمجھنے سے قاصر ہے اور وہ خواب و خیال میں گرفتار ہے۔ وہ اخروٹ اور کشمش جیسی معمولی اشیاء پر اکتفا کئے ہوئے ہے۔ نہ وہ شریعت کے کمالات کو سمجھا اور نہ طریقت و حقیقت کی تہہ تک پہنچا ہے۔ وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ شریعت چھلکا ہے اور حقیقت گودا۔ اُس کو اصل کی خبر نہیں ہے۔ وہ صوفیاء کی لایعنی باتوں پر فریفتہ اور احوال و مقامات پر مفتوں ہو گیا ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ سیدھی راہ پر لگائے اور اللہ کا سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر ہو۔''

مزید تحریر فرماتے ہیں:

مقصد سنو! شریعت اور حقیقت فی الواقع ایک دوسرے کا عین ہیں۔ ان میں کوئی مغائرت نہیں۔ اگر فرق ہے تو صرف اجمال و تفصیل، کشف و استدلال، غیبت و شہادت، تعمل و عدم تعمل کا۔ جو احکام اور جو علوم شریعت سے ظاہری طور پر معلوم ہوئے ہیں وہی احکام و علوم جب حق الیقین کی حقیقت سے متحقق ہو کر تفصیل کے ساتھ منتشف ہوتے اور غیبت سے شہادت میں آتے ہیں اُس وقت کسب اور عمل کی تکلیف باقی نہیں رہتی۔ حق الیقین کے مقام تک پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ اس مقام کے علوم و معارف کا پورا تطابق شریعت کے علوم و معارف سے ہو جائے۔ اگر بال برابر بھی فرق باقی رہے تو حقیقت الحقائق یعنی اصل تک نہ پہنچنے کی ''شریعت و طریقت ایک دوسرے کے عین ہیں۔ حقیقت میں ایک دوسرے سے علیٰحدہ نہیں ہیں۔ اگر دونوں میں بال برابر بھی فرق ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ (حقیقت الحقائق) تک ابھی رسائی نہیں ہوئی۔''

علماء و مشائخ کے حلقوں میں ایک بحث اس ضمن میں یہ بھی چلتی رہی ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے یا نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اس سلسلہ میں ایک عالمِ دین میاں سید احمد بجواری رحمۃ اللہ علیہ کے نام مکتوب 108 میں تحریر فرماتے ہیں:

''بعض مشائخ نے حالت سکر میں کہا کہ ''ولایت، نبوت سے افضل ہے۔'' اور بعض نے اس ولایت سے ولایتِ نبی مراد لی ہے تا کہ نبی پر ولی کی افضلیت کا وہم رفع ہو جائے لیکن فی الحقیقت بات برعکس ہے۔ یعنی نبوت افضل ہے ولایت سے، اس لئے کہ نبوتِ نبی اس کی ولایت سے افضل ہوتی ہے۔ مقامِ ولایت میں ولی تنگیٔ سینہ کی بناء پر مخلوق کی طرف توجہ نہیں کر سکتا اور مقامِ نبوت میں انتہائی کشادگی سینہ کی وجہ سے نہ تو توجہ حق، مانع توجہ خلق ہوتی ہے اور نہ توجہ خلق مانع توجہ حق۔ نبوت میں یہ نہیں ہے کہ صرف مخلوق کی طرف رُخ ہو اس بناء پر ولایت کو جو ''روبحق'' رکھتی ہے اس پر ترجیح دے دی جائے۔ پناہ خدا۔ فقط ''روبخلق'' ہونا مرتبہ عوام ہے۔ شانِ نبوت اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس معنی کا سمجھنا اربابِ سکر کے لئے دشوار ہے۔ مستقیم الاحوال اکابر اس معرفت سے ممتاز ہیں۔''

انہی کے نام اپنے مکتوب نمبر 95 میں تحریر فرماتے ہیں۔

''انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام موجودات میں سے بہتر ہیں اور سب سے بہتر دولت انہی کو نصیب ہوئی ہے اور ولایت نبوت کا جزو ہے اور نبوت کل ہے۔ پس نبوت ولایت سے افضل ہے خواہ ولایت نبی کی ہو یا ولی کی۔''

طریقہ عالیہ نقشبندیہ

اس سے قبل اسی مضمون میں ہم یہ بات تحریر کر چکے ہیں کہ امام ربانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز سلاسلِ اربع میں صاحبِ اجازت تھے لیکن جب آپ کی ملاقات حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی اور آپ نے ان سے طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد آپ کی تمام تر توجہ اسی سلسلہ عالیہ کی طرف ہو گئی چنانچہ بعد ازاں آپ نے اِسی سلسلہ کو فروغ دیا۔ سید حسین مانک پوری کے نام اپنے مکتوب نمبر 221 میں طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی خصوصیات اور کمالات کو بڑی تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ اس میں سے چند اقتباسات یہاں

پیش کرتے ہیں جس سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو کتنی اہمیت دیتے تھے:

''اے برادر! اس بلند طریق کے سرِ حلقہ حضرت صدیقِ اکبر ﷺ ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام کے بعد تحقیقی طور پر تمام بنی آدم سے افضل ہیں اور اسی اعتبار سے اس طریق کے بزرگوں کی عبارتوں میں آیا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ ان کی نسبت جس سے مراد حضور اور آگاہی ہے بعینہٖ حضرت صدیق ﷺ کی نسبت اور حضور ہے۔ جو تمام آگاہیوں سے بڑھ کر ہے اور اس طریق میں نہایت اس کے ابتداء میں درج ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے اور فرمایا حق تعالیٰ سے میں نے ایسا طریقہ طلب کیا ہے جو بیشک موصل ہے اور آپ کی یہ التجا قبول ہوگئی۔''

مزید تحریر فرماتے ہیں۔

''اور اس طریقہ علیہ کے بزرگوں نے احوال و مواجید کو احکامِ شرعی کے تابع کیا ہے اور اذواق و معارف کو علومِ دینیہ کا خادم بنایا ہے۔ احکام شرعیہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کی عارضی لذت میں ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور خام صوفیاء کی بیہودہ باتوں پر مغرور و مفتون نہیں ہوتے اور ان کے احوال کو جو شرعی ممنوعات اور سنت کے خلاف اختیار کرنے سے حاصل ہوں قبول نہیں کرتے اور نہ ہی انہیں چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سماع و رقص کو پسند نہیں کرتے اور ذکر جہر کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان کا حال دائمی ہے اور ان کا وقت استمراری۔ وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کو برقِ خاطف کی طرح ہے ان کیلئے دائمی ہے۔''

حضرت خواجہ عبداللہ احرار علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس طریقہ علیہ کے خواجگان قدس سرہم ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے۔ ان کا کام اس سے بلند تر ہے اور اس طریق میں پیری و مریدی طریقہ کے تعلیم و تعلم پر موقوف ہے نہ کہ کلاہ و شجرہ پر جو مشائخ کے اکثر طریقوں میں مرسوم ہے حتیٰ کہ ان میں سے متاخرین نے پیری و مریدی کو کلاہ و شجرہ پر منحصر کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیر کا تعدد تجویز نہیں کرتے اور طریق سکھانے والے کو مرشد کہتے ہیں پیر نہیں جانتے اور آدابِ پیری کو اس کے حق میں مدِ نظر نہیں رکھتے۔ یہ ان کی بڑی جہالت اور نادانی ہے نہیں جانتے کہ ان کے مشائخ نے پیرِ تعلیم اور پیرِ صحبت کو بھی پیر ہی کہا ہے اور پیر کا تعدد تجویز فرمایا ہے بلکہ پیرِ اوّل کی عین حیات میں اگر طالب اپنی ہدایت کسی اور جگہ دیکھے تو اس کو جائز ہے کہ پہلے پیر کے انکار کے بغیر دوسرے پیر کو اختیار کرے۔ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمہ نے اس بات کی تجویز کے لئے علماءِ بخارا سے اس بات کا فتویٰ درست فرمایا تھا۔ ہاں اگر ایک پیر سے خرقہ ارادت لیا ہو تو پھر دوسرے سے خرقہ ارادت نہ لے اور اگر لے تو تبرک کا خرقہ لے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا پیر ہرگز نہ پکڑے بلکہ روا ہے کہ خرقہ ارادت ایک سے لے اور طریقت کی تعلیم دوسرے سے اور صحبت تیسرے کے ساتھ رکھے اور اگر یہ تینوں دولتیں ایک ہی سے میسر ہو جائیں تو زہے قسمت و نعمت اور جائز ہے کہ مشائخِ متعددہ سے تعلیم و صحبت کا استفادہ کرے۔''

نماز و ذکرِ الٰہی:

مرزا فتح اللہ حکیم کے نام اپنے مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز کی اہمیت اور فوائد پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''آدمی کو جس طرح درستیِ عقائد کے بغیر چارہ نہیں، اعمالِ صالحہ کی ادائیگی کے بغیر بھی چارہ نہیں ہے اور جامع ترین عبادت اور مقرب ترین اطاعت نماز کا ادا کرنا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے ''**الصلوٰۃ عماد الدین فمن اقامھا فقد اقام الدین و من ترکھا فقد ھدم الدین**'' (نماز دین کا ستون ہے جس نے نماز کو قائم کیا اُس نے دین کو قائم کیا اور جس نے نماز کو چھوڑا اُس نے دین کو ڈھا دیا) اور جس کسی کو نماز مواظبت و پابندی نصیب ہوتی ہے اس کو فحشاء اور منکر سے بھی محفوظ رکھا جاتا ہے۔ **اِن الصلوٰۃ تنھیٰ عَنِ الفحشاء و المنکر** (بیشک نماز بے حیائی اور بری بات سے منع کرتی ہے)۔ یہ آیت میری بات کی تائید کر رہی ہے۔ اگر نماز بے حیائی سے نہیں بچا رہی تو سمجھو کہ صورتِ نماز ہے حقیقتِ نماز نہیں ہے۔ مگر جس وقت تک حقیقتِ نماز حاصل نہ ہو جائے صورتِ نماز کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیئے۔ اگر کُل نہ مل سکے تو کُل کو چھوڑا بھی نہ جائے۔ اکرم الاکرمین صورتِ نماز کا اعتبار کر لے تو اس کی شان سے یہ بھی بعید نہیں پس تم پر لازم ہے کہ جماعت کے ساتھ اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرو، اس لئے کہ یہ نماز سببِ نجات و فلاح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوٰتھم خاشعون (فلاح یاب و کامیاب ہو گئے وہ بندے جو اپنی نمازوں میں خشوع و خضوع کرنے والے ہیں)۔''

سکندر خان لودھی کے نام اپنے مکتوب نمبر 93 میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

''جماعت کے ساتھ نماز پنجگانہ کی ادائیگی اور سننِ مؤکدہ کی ادائیگی کے بعد اپنے اوقات کو ذکرِ الٰہی میں مصروف رکھنا چاہیئے۔ کھانے

پینے، سونے اور بلاضرورت آنے جانے میں ہی اوقات کو مشغول نہ رکھا جائے۔ طریقہ ذکر تم کو بتلا دیا گیا ہے اسی طریقے پر ذکر کرو۔ اگر جمعیتِ قلب میں کمی محسوس ہوتی ہو تو اوّل اس کا سبب متعین کرنا چاہیئے، بعدازاں اس سبب کی تلافی کی جائے۔ التجا اور تضرع کے ساتھ حضرت حق (اللہ تعالیٰ) کی جانب متوجہ ہونا اور اسی سے دفع ظلمت کو طلب کرنا چاہیئے اور جس مرشد سے ذکر سیکھا ہے اس کو وسیلہ بنایا جائے۔۔۔۔ والسلام!''

اپنے ایک مرید محمد شریف کے نام اپنے مکتوب نمبر 96 میں تحریر فرماتے ہیں:

''اے فرزند! آج جب کہ فرصت کا وقت ہے اور اسبابِ جمعیت سب حاصل ہیں۔ (کارِ خیر میں) تاخیر اور ٹال مٹول کی گنجائش نہیں ہے۔ نوجوانی کے بہترین زمانہ کو بہترین اعمال میں یعنی طاعت و عبادتِ مولیٰ میں صرف کرنا چاہیئے۔ محرمات اور مشتبہات شرعیہ سے پرہیز کر کے پانچ وقت کی نماز باجماعت اپنے اوپر لازم کرنا چاہیئے۔ نصاب کی موجودگی میں زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی ضروریاتِ اسلام میں سے ہے۔ اس کو بھی رغبت بلکہ جذبہ احسان مندی کے ساتھ ادا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ کرم سے تمام دن رات میں صرف پانچ وقت ادائے عبادت کے لئے مقرر فرمائے ہیں اور مالِ نامی اور جنگل میں چرنے والے جانوروں میں سے چالیسواں حصہ فقراء کے لئے مقرر فرمایا ہے اور مباحات کے تصرف کا میدان وسیع کر دیا ہے۔ بڑی بے انصافی کی بات ہے کہ رات دن کی ساٹھ گھڑیوں میں سے دو گھڑی بھی عبادتِ الٰہی میں مصروف نہ ہوں، اس چالیس میں سے ایک حصہ بھی فقراء کو نہ دیا جائے اور دائرہ وسیع مباحات سے قدم باہر رکھ کر محرمات اور مشتبہات میں گامزنی کی جائے۔''

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز کی فکر، تعلیمات اور طریقہ کی بنیاد خالصتاً رسولِ کریم ﷺ کی شریعت پر تھی۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو حضرت مجدد پاک کی زندگی میں ہی اتنا فروغ حاصل ہوا کہ برِصغیر ہندوستان سے لے کر ترکی، شام، ملیشیا، انڈونیشیا، مصر، ازبکستان، قازقستان، چیچنیا، بوسنیا، ایران اور دیگر متعدد علاقوں تک پھیل گیا۔ آپ نے تریسٹھ حضرات کو اپنے سلسلہ عالیہ کی خلافت سے نوازا جن میں بڑے بڑے نامور علماء، اور سلاطین وقت شامل تھے۔ آپ نے مکتوبات کے علاوہ بھی متعدد کتب تصنیف فرمائیں جن میں سے شرح رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ، تعلیقات عوارف، رسالہ علمِ حدیث، رسالہ حالاتِ خواجگانِ نقشبند، رسالہ تہلیلیہ، رسالہ مکاشفاتِ غیبیہ، رسالہ آداب المریدین، رسالہ مبدء معاد، رسالہ معارفِ لدنیہ، رسالہ ردِ روافض وغیرہ کو زیادہ شہرت ملی۔ تریسٹھ سال کی عمر میں آپ نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کی توفیق سے نواز دے۔ آمین۔ بحرمتِ سید المرسلین ﷺ۔

✿ ✿ ✿

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

کا منہج انقلاب

سید ریاض حسین شاہ

انقلابِ انسانی زندگی کی معاشرتی ضرورت ہے اور ہر دور بذات خود اس امر کا متقاضی رہا ہے کہ اس معاشرتی ضرورت کی تکمیل کے لئے کچھ ذہن متحرک ہوں تا کہ انسانی اعلیٰ قدریں جو شجر کی طرح نامیاتی وجود رکھتی ہیں کہیں سوکھ کر مرنہ جائیں۔ فطرت کا یہ مسلمہ اُصول کہ انسانوں کی روحانی اور مادی ترقی وارتقاء عروج اور معراج کے لئے فعال روحانی الذہن لوگ ہمہ دم اپنی بہترین صلاحیتوں کی روشنی میں کام کرتے رہیں۔ تاریخ کے رگ و پے میں خون کی طرح متحرک رہیں۔ حُسن کے اس آسمان پر ان گنت ستارے درخشاں دکھائی دیتے ہیں۔ مہدِ فکر ونظر ان نُور آب موتیوں سے مالا مال دکھائی دیتی ہیں۔ وجودِ کائنات اس آفاقی حقیقت کی خوشبو سے مہک رہا ہے۔ زمانہ خود جستجوئے انقلاب کے سر پر پھول نچھاور کر رہا ہے۔ وہ لوگ کتنے مقدس دکھائی دے رہے ہیں جو سماج کے تیرہ وتار شب و روز سے فردوس کشید نے کی فکر میں ہیں۔ ان لوگوں کے عزم وہمت کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے انقلابی کردار سے انسانیت کو عرفانِ ہستی عطا کرتے ہیں ان کی زندگی اصول ہوتی ہے ان کے اصول حُسنِ ازل کی روشن کرنیں ہوتی ہیں وہ جس بستی میں ہوں نورِ رحمت ہوتے ہیں، ان کا عمل اور ان کی سیرت دبلیزِ آدمیت پر نت نئے جہاں پیدا کرتی ہے، البتہ ایسے عظیم لوگ پودوں کی طرح نہیں اُگتے، زمانہ خاک چھانتا ہے تو پھر کوئی دُرِ شہوار ہاتھ لگتا ہے۔ نسیم طلب کی آفاق پیمائیاں نجانے کتنے چکر کاٹتی ہیں تو پھر حُسن منزل کے جلوے دکھائی دیتے ہیں۔ ہزاروں انسان آتے ہیں اور پھر چلے جاتے ہیں زمانہ انہیں تیوروں میں محفوظ کر لیتا ہے۔ تاریخ ان کے نام کی مالا جپتی ہے، دل انہیں اپنی دھڑکنوں میں آباد کر لیتے ہیں۔ روشنیاں انہیں مہر درخشاں بنا دیتی ہیں۔ ذہن ان کا ورد کرتے ہیں اور فطرت انہیں اتنا ابھار دیتی ہے کہ زندگی اور موت ہر دو سے ماورا وجود و موجود اور حاضر وشہود کے ہر افق سے ان کا حُسن دیکھنے کے لئے جھانکا جا سکتا ہے۔ مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ انہی عظیم انسانوں میں سے ایک جلیل القدر انسان تھے۔ مولانا یوں تو مفسر بھی تھے اور محدث بھی۔۔۔ مقنن بھی تھے اور مفتی بھی، محقق بھی تھے اور ادیب بھی۔۔۔ شاعر، خطیب، مؤرخ نجانے قسام ازل نے انہیں کن کن خوبیوں سے نوازا تھا، لیکن اس دور میں جبکہ انہیں زندگی کی تمام آسائشیں موجود ہیں لیکن انسان مسلسل کرب اور اضطراب کا شکار ہے۔ فکری صلاحیتیں منتشر ہیں۔ وثوق علم تک رسائی صبر اور مصابرہ ہر دو سے محروم ہے۔ اپنے آپ کو محفوظ بنانے کی حرص میں ہر ایک کو غیر محفوظ بنا دیا ہے۔ قیادتیں بہت ہیں لیکن قیادت کا فقدان ہے۔ مفکرین ان گنت ہیں لیکن فکر عنقا ہے۔ علماء ریت کے ذروں کی طرح ہیں لیکن علم سدرۃ المنتہیٰ سے بھی جیسے ماورا جا چکا ہے۔ ادعا اور دعویٰ جیسی ساری تاریکیاں اسی منحوس بارود کے پھٹنے سے پھیلی ہوں۔ لائبریریاں کتابوں سے بھری جا رہی ہیں لیکن سکون کم ہوتا جا رہا ہے۔ مادیت کا جنون چڑیلیں بن کر انسانیت کو چمٹ چکا ہے۔۔۔ اگر یہ کچھ بجا ہے تو یقین جانیئے یہ آج کسی کل کا نتیجہ ہے اور ہر آج کسی کل کا بیٹا اور بیٹی ہوا کرتا ہے۔ گزرے ہوئے کل اور آنے والے کل کو آج سے صحیح طور پر مربوط کرنا ہی انقلاب ہوا کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان الفاظ کو آج کے کسی جھروکے میں محاصرانہ حسد کی آہ سرد تصور نہ کرے تو سوچ کر بہت سوچ کر بیسویں صدی کے حوالے سے وقت کے دامن میں بڑی احتیاطیں سجا کر لکھ دوں کہ امام انقلاب اور قائد انقلاب ایسے خوبصورت القاب برصغیر پاک و ہند کے اسی سپوت کو سزاوار ہیں۔ جس کا نام احمد رضا بریلوی ہے۔ امام احمد رضا بریلوی چودھویں صدی ہجری کے ایک بے مثل عبقری تھے۔۔۔ آپ کو تیرہ سال کی عمر میں فتویٰ نویسی کی ابتدا کرنے والے نابغہ عظیم ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔۔۔ ایک ہزار سے زیادہ کتابیں لکھنے کا اعزاز بھی آپ رکھتے تھے۔۔۔ ایک باعظمت اور باوقار خاندان سے تعلق کی سعادت حاصل تھی۔۔۔ دینی اور دنیوی علوم پر انہیں مکمل دسترس حاصل تھی۔۔۔ طباع اور ذہین شاعر ہونے کی شہرتیں بھی آپ کے حصے میں آئی تھیں۔۔۔ زہد واتقاء کے رنگ بھی آپ کی آنکھوں نے دیکھے تھے۔۔۔ عرفان ومغفرت کی مے گلگوں نے بھی آپ کی حیاتِ رحمت فروغ میں مستیاں بانٹی تھیں۔ آپ کے مہم جُو قلم نے علوم وفنون کے ناقابل شکست ابواب کھولے تھے۔۔۔ آپ کی زبان حق آگاہ نے ان گنت ایوانوں میں لرزہ طاری کیا تھا۔۔۔ آپ کی فکر رسا نے بحر بصارت سے انمول موتی اکٹھے کئے تھے۔ دشت کائنات میں علوم و معارف کے تیز رفتار وسائل احمد رضا کی سواریاں بن کر منزل حُسن کو قریب سے قریب تر کرنے میں منہمک تھے۔ احمد رضاؒ بہت کچھ تھے۔ ان کے حُسن کی عظمتوں کا بیان نیرنگی اسلوب کے جدید پیکروں میں ڈھل سکتا ہے۔ ان سے عقیدت رکھنے والا قلم بے تاب شوخیوں کے مہ پارے تاریخ کے اوراق میں بکھیر سکتا ہے اور ان کی خوبیاں لکھنے والا مؤرخ فردوس حُسن میں سنابل رحمت اُگا سکتا ہے لیکن فی وقت دیکھنا یہ ہے کہ عالم احمد رضا۔۔۔ فاضل احمد رضا۔۔۔ محدث احمد رضا۔۔۔ مفسر احمد رضا۔۔۔ نعت گو احمد رضا۔۔۔ عارف احمد رضا۔۔۔ فقیہہ احمد رضا۔۔۔ محقق احمد رضا۔۔۔ مؤرخ احمد رضا۔۔۔ کس چشمۂ حیات سے فیض یاب ہو چکا تھا کس کی مستیوں نے اسے صاحبِ نگاہ انقلابی بنا دیا تھا ایسا صاحب نگاہ جس کا سکوت تہور کلام بن گیا۔۔۔ جس کی خانقاہیت اجتماعیت کا شیرازہ ثابت ہوئی، جس کی صولت آواز سے تاریخ کے بہرے کان کھل گئے۔۔۔ یاد رکھیئے! احمد رضا نبی نہیں تھے، رسول نہیں تھے، صحابی نہیں تھے، اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ جان کائنات ﷺ کے بعد

کسی نبوت کے دعویدار کے منہ پر تھوکتے بھی نہیں تھے لیکن اس کے باوجود ان پر افکار عالیہ کا نزول ہوتا تھا۔ انہوں نے خطرات کے سربستہ رازوں کو بے حجاب دیکھنے کا وسیلہ حاصل کر لیا تھا۔ وہ شبنم کے قطروں میں مقدس آیات کے جلوے دیکھنے والا راہی بن چکے تھے۔ ان کی مہم جوئیوں نے وہ آئینہ حاصل کر لیا تھا جس میں ماضی اور مستقبل دونوں کو بیک وقت دیکھا جا سکتا ہو، ان کی محدود زندگی نے معرفت کا وہ مرحلہ طے کر لیا تھا جہاں رنگ بے رنگ، جانیں بے جان، زماں اور مکاں لامکاں دکھائی دیتے ہیں۔ عرفان کی دہلیز سے احمد رضا نے اپنی گود میں رحمتوں کے وہ پھول چنے کہ مستانہ وار جھوم جھوم کر اپنے پیچھے آنے والوں کو آواز دی، آنے والو! بے حوصلہ نہ ہونا یہی صراطِ مستقیم ہے، یہ منہاجِ حقیقت ہے، اسی سے تسخیر کائنات کی جا سکتی ہے، اسی سے دشتِ مسائل عبور کیا جا سکتا ہے اور پھر پیار سے اپنی مساعی حیات کا ظرف انسانیت کی جھولی میں انڈیل دیا۔ احمد رضا نے کیا دیا اور تاریخ نے کیا دیکھا یہ اہم عنوان ہے جس پر بڑی دقت سے کام ہونا چاہیئے۔ امام الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جس دور میں جی رہے تھے اس دور کا اصل مسئلہ یہ تھا کہ دماغ اور دل اور عمل کرنے والے اعضاء اپنے اصل وظیفۂ حیات سے محروم ہو جانے کی بناء پر فاسد ہو چکے تھے۔ اس دور کا منہاجِ انقلاب یہی ہو سکتا تھا کہ دل و دماغ اور قوائے عمل صحیح فکر، مناسب تعلیم، حقیقی عشق اور تقدیر بدل عمل کو منزل بنا کر اپنا رخ اس سمت موڑ دیتے بظاہر یہ تصور حسین اور لطیف ہے لیکن حقیقت میں جبکہ انگریزی دور حکومت نے عربی درسگاہوں کو تباہ کر کے رکھ دیا تھا۔ مسلمانوں کا اپنے ماضی کی تاریخ سے ارتباط کمزور پڑ چکا تھا جدید درسگاہوں میں اسلامی روایات کے خلاف طوفانِ بدتمیزی بپا تھا۔ علماء کی ایک خاصی تعداد انگریز کی خوشامد کو اپنا ایمان بنا چکی تھی۔ اسلامی احکام پر ادیبوں کے لہجے معذرت خواہانہ بن چکے تھے۔ اس دور کی صحافت ایک مخصوص دائرہ میں محدود ہو کر رہ گئی تھی ایسے میں احمد رضا ملت کے آنگن میں شبنم کی طرح اترے۔ ان کی فکر بجلیوں کی طرح کوندی۔ ان کی سیرت نے دھنک کی طرح رنگ بانٹے، ان کا فیض ساون کی طرح برسا۔ احمد رضا کا انقلابی کام افلاطونی طرز پر تھا، نہ ہی ارسطوائی انداز میں ڈھلا تھا بلکہ یہ کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ دنیا کے اکثر انقلابی اگر واپس دنیا میں آ جائیں تو وہ اپنے کیے ہوئے کام سے توبہ کر لیں لیکن احمد رضا اگر دنیا میں واپس آ جائیں تو وہ دیوانہ وار مستانہ وار اپنے ایک ایک کام، ایک ایک بات بلکہ ہر اقدام کو مکرر بجا لائیں اس لئے کہ انہوں نے جو کچھ سوچا تھا، جو کچھ دیا تھا وہ تلمیز النفس بن کر نہیں دیا تھا، بلکہ ان کی راتیں، ان کے دن اور ان کی سیرت و کردار سب کچھ اس حُسن میں ڈھلے تھے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ امام احمد رضا کا عقیدہ انقلاب سادہ سا ہے لیکن اسے تاریخی تسلسل کی نعمت حاصل ہے۔ ''احمد رضا'' کے وجدان و شعور میں یہ بات حرکی ہمت بن کے راسخ ہو چکی تھی کہ ''ایمان'' کے بغیر ہر انقلاب بے جان اور بے روح رہتا ہے۔ احمد رضا کی زبان سے کروڑوں حروف صادر ہوئے۔ احمد رضا کے قلم نے ہزاروں لفظوں کے نقوش نذرِ قرطاس کیے۔ ان کی زندگی میں لمحے اور گھڑیاں ستارے بن کر چمکے، لیکن احمد رضا ایمان کو نہ بھول سکے۔ ان کی انقلابی فکر جغرافیائی، مدو جزر اور نشیب و فراز کو خاطر میں نہیں لاتی بلکہ ان کا ایمان راستے تیار کرتا ہے۔ منزلوں سے ہمکنار کرتا ہے، وطن عطا کرتا ہے اقتدار کی چابیاں ہاتھ میں تھما دیتا ہے۔ بڑی سادہ سی بات ہے کہ دریاؤں اور سمندروں میں غوطہ زنی کرنے والوں کے جسم پر میل نہیں رہ سکتی اور تلمیز رسول کی فکر اور اس کا راستہ غلط نہیں ہو سکتا۔ احمد رضا کا ایمان انہیں رسول اکرم ﷺ کے دہلیز نور پر رکھتا ہے۔ گویا وہ سلسبیل جنت کے کنارے بستے ہیں اسی لئے ان کا منہاج، منہاج حق ان کی منزل، منزل حُسن، ان کی راہ راہِ مستقیم اور ان کا مسلک مسلکِ ربانی رہتا ہے۔ احمد رضا چونکہ ربِ مصطفیٰ کو مانتے ہیں اس لئے ان کی توحید بھی غلطی نہیں کھاتی۔ ان کا الٰہ جہاں ایک رہتا ہے بے نیاز ہوتا ہے وہاں وہ جھوٹ نہیں بولتا، خلف وعیدہ سے منزہ رہتا ہے، بہت سے لوگ اس دنیا میں ایسے ہیں جن کا ایمان بڑا عجیب ہے وہ الٰہ کو الٰہ مانتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ کو رسول بھی مانتے ہیں لیکن ان کی زبان سے اگر چند دھیمے لفظ نکل جائیں اور ان کا قلم آوارہ ہو جائے اور ان کے خیال وادی نیت میں بہک جائیں تو بھی ان کا ایمان ایمان رہتا ہے۔ لیکن احمد رضا گویا پل صراط سے گذر رہے ہوں اور جیسے پل صراط سے بھی وہ اکیلے گذر رہے ہوں اس لئے وہ جسے رب کہتے ہیں منزہ عن العیوب کہتے ہیں اور جسے رسول کہتے ہیں اسے معصوم عن الخطاء کہتے ہیں ان کا علم، ان کی صلاحیتیں، ان کی شاعری اور ان کا ادب، ان کا قلم اور ان کی زبان پھر اسی عقیدہ کے پرچار کے لئے وقف ہو جاتی ہے۔

احمد رضا کا ایمان اندر سے خالی ہے وہ محض مابعد الطبیعات اور الٰہیات کی کتابوں کا انداز نہیں رکھتا۔ اس کے ہاں ایمان کا پیٹ محبت سے خالی ہو تو وہ ڈھول کی تھاپ اور سرنگی کی کیں کیں ہے۔ احمد رضا کے نزدیک انقلاب کا جوہر حقیقی محبت اور عشق ہے وہ سمجھتے ہیں کہ کارگاہ حیات کا نظم محبت سے ہے۔ محبت نہ ہو تو پھر کچھ بھی نہ ہو، یہ رنگ تعمیر بھی ہے اور آہنگ معمار بھی۔ اگر حُسن میں ناز اور جمال میں بانکپن ہے تو وہ بھی اسی لئے کہ کوئی چاہے اور کوئی محبت کرے گویا پھولوں کی لطافت، روشنیوں کی چمک، چمنستانوں کی آرائش، آسمانوں کی پہنائی سب کچھ محبت کا تڑپتا اظہار ہے۔ ریاضت، سجدے، رکوع اور سعی و طواف سب محبت ہی کی بے تابیاں ہیں۔ احمد رضا نے محبت کے اس جوہر انقلاب تک

رسائی حاصل کر لی تھی اس لئے وہ محبت کرتے بھی تھے اور محبت کی دعوت بھی دیتے تھے۔ ان کی حدائق بخشش، ان کا فتاویٰ رضویہ، ان کے رسائل اور ان کی سینکڑوں کتابیں ان جذبہ صادقہ کو مہمیز لگاتی نظر آتی ہیں۔ اس عشق کی پائیدار قدروں نے زندگی کو احمد رضا کے ہاں اتنا مقدس بنا دیا کہ عشق رسالت مآب ﷺ سے مزین زندگی رشک آیات نظر آتی ہیں۔ احمد رضا رسالت مآب ﷺ کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تلوار بھی دیکھتے ہیں، لیکن اس سے کہیں زیادہ ان کی نگاہیں قلب پر رہتی ہیں وہ ایک ادائے رحمت سے کرم کا فن ملاحظہ کرتے رہتے ہیں اور یہ ادائے دلنواز انہیں اس کاروانِ نور میں لا کھڑا کرتی ہے جہاں امن اور پیار، حُسن اور سلامتی کے قاسم عبدالقادر جیلانی، حسن بصری، جلال الدین سیوطی اور خواجہ غریب نواز کھڑے دکھائی دیتے ہیں، انقلاب کے وہ داعین جو انسانیت کے دائروں میں بارود، دھواں، کالک، وحشت، خون اور انسانی بوٹیاں تقسیم کر رہے ہیں کیا ان کے لئے احمد رضا کی محبت، عشق، لگن اور غلامی رسول مشعل راہ ثابت نہیں ہوتی؟

ممکن ہے احمد رضا سے بعض حلقوں کو شدت مزاجی کا شکوہ ہو لیکن انہیں جاننا چاہیئے کہ کلمہ طیبہ بھی الا اللہ کے اثبات سے پہلے ''لا الہ'' کی نفی سے شروع ہوتا ہے، نفرت محبت کا دوسرا عکس ہوتی ہے جس کو محبوب کے دشمن سے دشمنی کرنی نہیں آتی وہ اپنی محبت ہی میں کھوٹا ہوا کرتا ہے۔ احمد رضا سچے تھے، کوئی حلقہ اگر ان کا قصور یہ سمجھتا ہے کہ وہ دودھ میں مکھیاں ڈالنے والوں کو طہارت کی سند کیوں نہیں دیتے۔ آفتاب کے سامنے اپنے بدبودار ہاتھ رکھ کر اسے بے نوری کا الزام دینے والوں کو ماہ کامل کا لقب کیوں نہیں دیتے اور اپنی ناک سے گندگی گھسیٹنے والے کیڑوں کو رشک جگنو نہیں مانتے تو انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ احمد رضا کی مجبوری ہے کہ وہ سچے ہیں ان سے ہو نہیں سکتا کہ وہ جھوٹوں کے بحر ظلمات میں اپنے آپ کو پھینکیں۔ تاریخ کو یہ کڑوا گھونٹ کسی وقت اپنے گلے سے اتارنا ہی پڑے گا کہ تسلیمہ نسرین اور رشدی سے محبت کا مطلب ابوبکر صدیق ؓ، عمر ؓ، عثمان ؓ، علی ؓ سے نفرت ہوا کرتی ہے۔ احمد رضا بہت میٹھے اور اونچے بندے تھے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے حضور گستاخی کرنے والوں کو کبھی قابلِ معافی تصور نہ فرمایا۔ دین کا مسلمہ اصول ہے کہ تکبر کرنے والے سے تکبر صدقہ ہوا کرتا ہے، الجھنے والوں سے نہ الجھنا یہ بزدلی ہوا کرتی ہے اور پھر خود سوچیئے جو جان کائنات سے الجھے اسے دور جدید کا لبرل ازم ممکن ہے معاف کر دے لیکن احمد رضا نے تو سرخ سامراج اور نہ سفید ظلمتوں کسی سے ڈالر اور پونڈ لئے تھے اس مظلوم تاریخ کا جرم فقط اتنا تھا کہ اس کا یہ عقیدہ محکم تھا۔

کروں مدح اہل دول رضا
پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا
میرا دین پارہ ناں نہیں

ایمان و محبت کے بعد نبوی منہاج انقلاب کی دوسری بنیاد تعلیم اور علم ہے۔ جتنا بڑا انقلابی ہوگا اس کا تعلق علم اور تعلیم سے اتنا ہی زیادہ گہرا ہوگا۔ قرآنِ مجید کا پہلا پیغام ''اقراء'' اس راز سے پردہ ہٹا کر مسلمانوں میں ترویجِ علم کی طرح ڈالتا ہے۔ یاد رکھیئے! علم ڈگریوں کا نام نہیں۔ علم وافر معلومات اکٹھی کر دینے کا نام نہیں وگرنہ کمپیوٹر کو سب سے بڑا فاضل ماننا پڑے گا۔ علم صرف یادداشتیں محفوظ رکھنے کا نام بھی نہیں بلکہ سچی بات یہ ہے کہ سچا علم لائبریریوں اور مطالعہ ہر دو سے بے نیاز ہوتا ہے۔ حقیقی علم کسی ایسی ذات کے سامنے اپنے آپ کو مشاہدہ کے لئے وقف کر دینا ہوتا ہے جہاں پائیدار کردار کی تدوین جنم دی جاتی ہو۔ احمد رضا کو یہ نعمت میسر تھی آپ جانتے تھے کہ زندگی کا حسن بدلنا ہوتا ہے اور کتاب کا حسن نہ بدلنا ہوتا ہے۔ ان دونوں میں اتصال کوئی ایسی ذات ہی پیدا کر سکتی ہے جس کے ہاتھ میں زندگی بھی ہو علم بھی ہو اور علم کا خزانہ بھی وہ رکھتا ہو، احمد رضا علم میں اس لئے بہت آگے بڑھ گئے کہ ان کے علم کا استاد عشقِ رسول ٹھہرا، ان کی کتابوں میں نام محمد ﷺ کی روشنیوں نے انہیں وہ دوام عطا کر دیا ہے کہ وہ رہتی دنیا تک دعوتِ انقلاب دیتی رہیں گی۔

✿ ✿ ✿

حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

قافلۂ تصوف کے عظیم راہی

ڈاکٹر طاہر رضا بخاری

دور حاضر میں مادہ پرستی کا غلبہ اور عقلیت کا دور دورہ ہے۔ اندھیری رات کی طرح ہر طرف فتنے چھا رہے ہیں۔ یہ خطرناک فتنے نہ صرف اعمال واخلاق کو خراب کر رہے ہیں بلکہ ان کی وجہ سے عقائد میں تزلزل اور الحاد وزندقہ پھیلتا جا رہا ہے۔ اللہ جل شانہٗ اور اس کے حبیب ﷺ کے احکام پر عمل نہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے خلاف شکوک وشبہات اور ایمان کو خراب کرنے والے مفسد خیالات عام ہو رہے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کا جو تعلق ہونا چاہیے تھا وہ نہ رہا۔ ایمان سرسری اور کمزور ہو چکا ہے۔ نبی پاک ﷺ کی محبت وعظمت جو ایمان کے لئے لازمی تھی، اس میں کمی واقع ہوتی جا رہی ہے اور اسلام دشمن عناصر ہر قسم کے ذرائع کو اس مقصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ یہ صورت حال ہر دردمند مسلمان کو بے چین کئے ہوئے ہے، خصوصاً اہل دل اولیاء اللہ، علماء ومشائخ عظام اور خانقاہ نشین اس پر آزردہ اور دل گرفتہ ہیں۔

اس صورت حال کے علاج کے لئے مختلف علماء وصلحاء نے وعظ وارشاد، انذار وتبشیر، تبلیغ وتقریر اور تصنیف وتالیف کے ذریعے محنتیں فرمائیں، (تقبل اللہ مساعیھم) مگر اس کے ساتھ ساتھ ایک ایسی محنت کی ضرورت ہے جو قلب سازی کا کام کرے اور ایسی روحانیت اور روحانی ماحول فراہم کرے جو دلوں کے زنگ کو دور کر کے ان میں ایمان راسخ، یقین صادق اور اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی سچی محبت اور عشق پیدا کرنے کا ذریعہ ہو، کیونکہ دل ہر قسم کی صلاح وفلاح کا بھی ذریعہ بنتا ہے اور فتنہ وفساد کا بھی۔ چنانچہ حدیث شریف کے مطابق بدن سے نکلنے والے ہر قسم کے اعمال کا مدار، دل پر رکھا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"ألا وان فی الجسد مضغة ، اذاصلحت صلح الجسد كله ، واذا فسدت فسد الجسد كله، ألا وهی القلب " (البخاری)

"سنو! انسان کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے، جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر یہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، سنو! وہ انسان کا دل ہے"۔

چنانچہ یہی کام اولیاء اللہ کے نزدیک تمام فتنوں کا علاج تھا اور یہی ان کی خانقاہوں کا مقصود تھا کہ مال وجاہ کی محبت اور نفسانی وشیطانی کدورات سے قلوب کا تزکیہ ہو کر ایمان ویقین، اخلاص وللّٰہیت اور ایسی احسانی اور حبّی کیفیت پیدا ہو جائے جو دل کو ماسوا اللہ سے منقطع کر دے اور عشق حقیقی، فنائیت کے درجے میں نصیب ہو جائے۔

یہی خانقاہی نظام، قرون اولیٰ سے مسلسل قائم رہا، اگرچہ صورتیں مختلف رہیں۔ ہر دور کے کبار اولیاء اللہ کی زندگیاں شاہد ہیں کہ انہوں نے اولاً خانقاہوں میں جا کر اپنے مشائخ سے استفادۂ نور کیا اور پھر خود اس نور کو پھیلانے میں اپنی زندگیاں صرف فرمائیں اور ہزاروں لاکھوں انسانوں کے قلوب کو روشن کیا۔ مثلاً خواجہ معروف کرخی، بشر حافی، سری سقطی، شقیق بلخی، بایزید بسطامی، جنید بغدادی، ابوبکر شبلی، داتا گنج بخش، شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ احمد رفاعی، شیخ ابوالحسن شاذلی، خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ بہاؤالدین نقشبند، قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید گنج شکر، مخدوم بہاؤالدین زکریا ملتانی، خواجہ نظام الدین اولیاء، خواجہ باقی باللہ، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور ہمارے ممدوح حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ رحمھم اللہ تعالیٰ اس راہ کے امام اور داعی ہوئے اور ان میں سے ایک ایک کی صحبت وتربیت سے اللہ تعالیٰ کے ہزاروں لاکھوں بندوں کو یہ دولت حاصل ہوئی۔ جو شخص ان سلسلوں سے کچھ بھی واقفیت رکھتا ہے، وہ جانتا ہے کہ ان بزرگوں کو جو کچھ حاصل ہوا، اسی راہ سے حاصل ہوا جس کو تصوف یا خانقاہی نظام کہا جاتا ہے۔ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ اس نظام کے عظیم داعی تھے۔

فانی فی اللہ، باقی باللہ، آیت من آیات اللہ، مجدد دین وملت حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ العزیز کی ولادت باسعادت یکم رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ بمطابق ۱۴ اپریل ۱۸۵۹ء بروز پیر گولڑہ شریف میں ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ نسب پچیس واسطوں سے غوث الاعظم حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور چھتیس واسطوں سے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

آپ کے والد ماجد حضرت پیر سیّد نذر دین رحمۃ اللہ علیہ مادرزاد ولی اور اپنے وقت کے عارف کامل تھے۔ آپ اوصاف حمیدہ اور اخلاق جمیلہ سے متصف تھے۔ آپ کی طبیعت مبارکہ میں غریب نوازی اور جود وسخا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

حضرت قبلہ پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی کی تعلیم وتربیت کا اہتمام نہایت اعلیٰ پیمانے پر کیا گیا ہے۔ تعلیم القرآن کے لئے آپ کو خانقاہِ گولڑہ کے درس میں اور اردو وفارسی کے لئے مدرسہ میں داخل کروایا گیا۔ حافظہ قدرت نے اس غضب کا بخشا تھا کہ قرآن مجید کا روزانہ کا سبق آپ زبانی یاد کر کے یعنی حفظ کر کے سنا دیا کرتے تھے۔ جب آپ نے قرآن مجید ختم کیا تو سارا قرآن مجید بلا ارادہ پلکھی (ہزارہ) کے مولوی غلام محی الدین کو مقرر فرمایا تھا۔ انہوں نے آپ کو کافیہ تک تعلیم دی۔ دو سال بھوٹی (ضلع راولپنڈی) میں مولانا محمد شفیع کے درس میں ان سے صرف ونحو کی متوسط کتب اور منطق میں قطبی پڑھی۔ اس کے بعد انگر (ضلع سرگودھا) میں مولانا سلطان محمود کے پاس اڑھائی سال رہ کر درسِ نظامی کی اکثر وبیشتر

کتب پڑھیں۔ازاں بعد علی گڑھ چلے گئے اور وہاں پر مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے ریاضی کی کتب عالیہ کا درس لیا۔اڑھائی سال بعد مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے پاس حاضر ہوئے اور الصحیحین کا درس لیا اور ان سے سند حدیث حاصل کی۔یوں بیس سال کی مختصر سی عمر میں علوم متداولہ میں کمال حاصل کر کے فارغ التحصیل ہو گئے۔

آپ نے اپنے استاد گرامی مولانا سلطان محمود انگوی کے توسط سے شمس العارفین حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت کی اور خلافت واجازت سے نوازے گئے۔

تحصیل علوم کے بعد کچھ عرصہ آپ نے سیر وسیاحت میں بھی گزارا۔تین چار سال لاہور میں مقیم رہے۔لاہور میں آپ کا زیادہ وقت راوی کے کنارے عبادت وریاضت میں گزرتا۔لاہور کے بعد مالیر کوٹلہ،ملتان،مظفر گڑھ،اور ڈیرہ غازی خان کے اضلاع کے سفر کئے۔اجمیر شریف بھی حاضری دی۔۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے عازم سفر ہوئے۔مکہ معظمہ میں مشہور عالم دین مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے آپ کی ملاقات ہوئی جو کہ مدرسہ صولتیہ مکہ ومعظمہ کے بانی تھے۔اسی ادارے کے مدرس گوہر یک دانہ مولانا محمد نمازی آپ کے علم وفضل اور زہد وتقویٰ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ بعد میں آپ کے ساتھ گولڑہ شریف میں آ گئے۔ازاں بعد مشہور صوفی بزرگ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بھی ملاقات ہوئی۔ان کے ساتھ حضرت گولڑوی نے مسئلہ وحدت الوجود پر ایسی مؤثر گفتگو کی کہ حاجی صاحب قبلہ نے خوش ہو کر سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کا شجرہ لکھ کر آپ کو عنایت کیا۔دوران ملاقات حاجی صاحب نے آپ کو ہندوستان جانے کا مشورہ دیتے ہوئے فرمایا:

در ہندوستان عنقریب یک فتنہ ظہور کند، در ملک خود واپس بروید ،واگر بالفرض شما درہند خاموش نشستہ باشید،تاہم آں فتنہ ترقی نکند،ودر ملک آرام ظاہر شود۔

یعنی ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ ظاہر ہوگا تمہیں چاہیے کہ اپنے ملک واپس چلے جاؤ اور اگر تم بالفرض ہندوستان میں خاموش بھی رہو گے تو وہ فتنہ ترقی نہ کرے گا اور ملک میں سکون رہے گا۔

چنانچہ آپ حضرت حاجی صاحب کے ارشاد پر ہندوستان واپس آئے اور یہاں آنے کے بعد رشد وہدایت اور علمی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے۔

اپنے تبحر علمی کی بدولت حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب برصغیر کے ممتاز علماء اور جلیل القدر صوفیہ میں شمار ہوتے تھے،آپ کی وسعت نظر اور تبحر علمی اور وسعت معلومات کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ علامہ اقبال جیسے یگانہ روزگار اسلامی مفکر وشاعر مشکل علمی مسائل میں آپ سے استفادہ کرتے تھے۔شیخ محی الدین ابن عربی کے نظریہ ''وحدت الوجود'' پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ جس کی نظیر اس صدی میں نہیں ملتی،ابن العربی کی مشہور اور مشکل کتاب فصوص الحکم کا باقاعدہ درس دیتے تھے،علامہ اقبال ان کے تبحر علمی سے بے حد متاثر تھے۔

علامہ اقبال کا استفادہ:

ایک خط میں علامہ اقبال حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے ہیں:

لاہور:18اگست ۱۹۳۳۔

مخدوم ومکرم حضرت قبلہ۔السلام علیکم اگرچہ زیارت اور استفادے کا شوق ایک مدت سے ہے،تاہم اس سے پہلے شرف نیاز حاصل نہیں ہوا۔اب اس محرومی کی تلافی اس عریضے سے کرتا ہوں،گو مجھے اندیشہ ہے کہ اس خط کا جواب لکھنے یا لکھوانے میں جناب کو زحمت ہوگی،بہر حال جناب کی وسعت اخلاق پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ چند سطور لکھنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اس وقت ہندوستان بھر میں کوئی اور دروازہ نہیں جو پیش نظر مقصد کے لئے کھٹکھٹایا جائے۔

میں نے گزشتہ سال انگلستان میں حضرت مجدد الف ثانی پر ایک تقریر کی تھی،جو وہاں کے اداشناس لوگوں میں بہت مقبول ہوئی،اب پھر اُدھر جانے کا قصد ہے اور اس سفر میں حضرت محی الدین ابن عربی پر کچھ کہنے کا ارادہ ہے،نظر بایں حال چند امور دریافت طلب ہیں،جناب کے اخلاق کریمانہ سے بعید نہ ہوگا اگر ان سوالات کا جواب شافی مرحمت فرمایا جائے۔

(۱) اول یہ کہ حضرت شیخ اکبر نے ''تعلیم حقیقت زماں'' کے متعلق کیا کہا ہے اور ائمہ متکلمین سے کہاں تک مختلف ہے۔

(۲) یہ تعلیم شیخ اکبر کی کون کون سی کتب میں پائی جاتی ہے اور کہاں کہاں؟اس سوال کا مقصود یہ ہے کہ سوال اول کے جواب کی روشنی میں خود بھی اُن مقامات کا مطالعہ کر سکوں۔

(۳) حضرات صوفیہ میں اگر کسی بزرگ نے بھی حقیقت زماں پر بحث کی ہو تو ان بزرگ کے ارشادات کے نشان بھی مطلوب ہیں۔

مولوی سید انور شاہ! مرحوم ومغفور نے مجھے عراقی کا ایک رسالہ مرحمت فرمایا تھا،اس کا نام تھا ''درایۃ الزماں'' جناب کو اس کا علم ضرور

ہوگا۔ میں نے یہ رسالہ دیکھا ہے مگر چونکہ یہ رسالہ بہت مختصر ہے، اس لئے مزید روشنی کی ضرورت ہے۔

میں نے سنا ہے جناب نے درس وتدریس کا سلسلہ ترک فرما دیا ہے، اس لئے مجھے یہ عریضہ لکھنے میں تامل تھا، لیکن چونکہ مقصود خدمتِ اسلام ہے، مجھے یقین ہے کہ اس تصدیعہ کے لئے جناب معاف فرمائیں گے اور جواب باصواب سے ممنون فرمائیں گے۔

مخلص

محمد اقبال

حضرت قبلہ مجدد گولڑوی عبادت وریاضت اور زہد وتقوی میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ زیادہ وقت ذکر پاس انفاس میں گزرتا۔ اپنے مریدین ومتوسلین کی تعلیم وتربیت میں بھی آپ کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے۔ کئی خوش نصیبوں کو آپ سے خلافت واجازت کا بھی شرف حاصل ہوا۔ ان میں آپ کے خلف الرشید حضرت پیر سیّد غلام محی الدین سب سے نمایاں ہیں۔

درس وتدریس میں بھی آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فلسفۂ وحدت الوجود پر آپ گہری نظر رکھتے تھے اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (م ۶۳۸ھ) کے علوم کو حیات نو بخشی۔ علامہ اقبال نے اس مسئلے میں آپ سے رجوع کیا اور آپ کے نام ایک خط میں لکھا:

''اس وقت ہندوستان بھر میں کوئی اور دروازہ نہیں جو پیش نظر مقاصد کے لئے کھٹکھٹایا جائے۔''

تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی آپ نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ درج ذیل کتب آپ سے یادگار ہیں۔

(۱) تحقیق الحق فی کلمۃ الحق (۲) شمس الہدایۃ فی اثبات حیات المسیح (۳) سیف چشتیائی (۴) اعلاء کلمۃ اللہ (۵) الفتوحات الصمدیہ (۶) تصفیہ مابین سنی وشیعہ (۷) فتاوی مہریہ (۸) مکتوبات مہریہ

آپ کا وصال پرملال ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ/۱۱ مئی ۱۹۳۷ھ کو ہوا اور گولڑہ شریف ہی میں آپ کا روضہ عالیہ بنایا گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طنیت را۔

میں مسلمان کیوں ہوا؟

ظلمتوں سے اُجالوں کی طرف

محمد علی نومسلم

اس سے پیشتر کہ میں کچھ عرض کروں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اپنے بارے میں کچھ عرض کروں۔ میں آپ لوگوں کی طرح مسلمان ماں باپ کے گھر پیدا نہیں ہوا، میں نے ایسے ماحول میں آنکھیں کھولیں کہ جہاں انسان خالقِ ارض وسما کے آگے سجدہ ریز ہونے کی بجائے دیوی دیوتاؤں اور دیگر عجیب وغریب فانی چیزوں کے آگے سر جھکاتے ہیں، یہ لوگ کوئی بھی نئی چیز دیکھ لیں تو اسے اپنا معبود مان لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر اس پہاڑی علاقے میں اوپر سے کوئی بڑا پتھر لڑھکتا ہوا آ کر بستی سے ذرا اوپر کہیں رک جائے تو فوراً اسے دیوتا مان لیتے ہیں اور مشہور کر دیتے ہیں کہ دیوتا نے ہمارے گاؤں پر رحم کیا گاؤں کو نقصان پہنچانے کی بجائے اب ہم لوگوں کی نگہبانی کرے گا۔ سانپ ہی کوئی اور جانور گھر میں آ جائے اتفاق سے کسی کو نہ کاٹے تو اسے بھی دیوتا مان لیتے ہیں۔ جب کوئی بیمار ہو جائے یا کسی اور تکلیف میں پھنس جائے تو خدائے وحدہ لاشریک کو پکارنے کی بجائے ان ہی دیوی دیوتاؤں کے آگے گڑگڑاتے ہیں اور ان بے بس اور ناتواں چیزوں سے مدد مانگتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کے بارے میں اللہ کی کتاب قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ الذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا و ھم یُخلقون. یعنی جو اللہ کے سوا دوسروں سے مدد مانگتے ہیں وہ دوسرے تو ایسے ہیں کہ کوئی چیز بھی نہیں پیدا کر سکتے بلکہ وہ خود مخلوق ہیں، لہذا ان لوگوں نے اپنے اپنے گھروں میں خدا کے مقابلے میں اپنے لئے الگ الگ معبود بنا رکھے تھے۔

ایک دفعہ جب میں بیمار ہوا، جب وہاں کے دوادارو کرنے والوں نے لاعلاج قرار دیا تو میرے والد ڈنگاوا نے ان ہی دیوی دیوتاؤں سے مدد مانگنی شروع کی اور بدھ مذہب کے ایک پیشوا کو گھر بلایا اس کے آگے ایک کٹورے میں جَو اور ایک گلاس میں دودھ اور شراب رکھی۔ لامہ نے کچھ منتر پڑھنا شروع کر دیا اور ایک موٹے سوئے سے اپنے ہونٹ سی لئے، اس کا مطلب یہ تھا کہ اب دیوتا اس کے اندر حائل ہو گیا ہے اب یہ جو کچھ کہے گا دیوتا کی طرف سے کہے گا۔ لامہ نے اپنے سامنے پڑے ہوئے جَو، شراب اور دودھ اپنے اوپر ڈال دیا۔ پھر گرج دار آواز میں دیوتا کی طرف سے کہا کہ مجھے کیوں بلایا ہے اور میں تمام دیوی دیوتاؤں کا سردار ہوں بتاؤ کیا تکلیف ہے میرے حضور میں پیش کرو۔ والد نے مجھے لامہ جو دیوتا بنا ہوا تھا کہ آگے پیش کیا صحت اور زندگی دینے کی درخواست کی۔ لامہ نے مجھے گھورا پھر بڑے تکبر کے ساتھ کہا کہ میری نظروں سے اسے دور کرو، اس پر تمام دیوی دیوتا ناراض ہیں اور یہ ایک ہفتہ کے اندر ہی مر جائے گا۔ دیوتا کی یہ بات سن کر میری والدہ سخت پریشان ہو گئی لوگوں نے تسلی دی ابھی اور بھی مقام ہے، بڑے دیوتا کی خدمت میں پیش ہو جاؤ اس سے درخواست کرو وہ ضرور تمہارے بیٹے کو زندگی بخش دے گا۔ میری والدہ نے کہا یہ بُت ہے ہماری کوئی مدد نہیں کر سکتا، لیکن والد ڈنگاوا اور دوسرے رشتہ داروں کے مجبور کرنے پر دوسرے دن مجھے بڑے دیوتا کے آگے پیش کیا گیا اور اس کی بھینٹ چڑھانے کے لئے ایک بکرا بھی لے گئے۔ بُت خانے کے پجاری نے والد اور دیگر رشتہ داروں کو قطار میں بُت کے آگے کھڑا کیا۔ قدِ آدم بُت اونچی جگہ پر ایک الماری میں نصب تھا۔ بُت کا جسم چاندی کا اور سر سونے کا بنا ہوا تھا اور اس کاریگری سے اس کو بنایا ہوا تھا کہ دور سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی سچ مچ کا انسان کھڑا ہے۔ پجاری نے بُت کے آگے گڑگڑاتے ہوئے درخواست کی کہ ڈنگاوا کا بیٹا سخت بیمار ہے۔ دیگر دیوی دیوتا اس سے ناراض ہیں آپ اسے اپنی مہربانی سے صحت اور زندگی دیں۔ پجاری کی بات سننے کے بعد سونے اور چاندی سے بنے ہوئے اس بے جان بُت نے انکار کی صورت میں سر ہلا دیا۔ سر ہلانا تھا کہ تمام لوگ اس کے غیض وغضب سے ڈر کر اس کے آگے سجدہ میں گر گئے، لیکن میری والدہ نے سجدہ نہیں کیا۔ میرے والد ڈنگاوا نے والدہ سے کہا کہ تمہاری اس گستاخی پر دیوی دیوتا کہیں ہمیں سزا نہ دے دیں۔ تم بھی ہمارے ساتھ بُت کے آگے سربسجود ہو، لیکن والدہ کھڑی دیوتا کو نفرت بھری نظروں سے دیکھتی رہیں ان عقل کے اندھے اور شیطان لعین کے پیروکاروں نے کچھ دیر تک اس طرح پڑا رہنے کے بعد سر اٹھائے اور بُت خانے کے پجاری کی منت سماجت کرنے لگے۔ پجاری نے کہا دیکھو ڈنگاوا تم یہ بکرا جو دیوتا کے چرنوں میں پیش کرنے کے لئے لائے ہو یہ ناپاک معلوم ہوتا ہے اس نے کسی ایسے چشمے یا دریا سے پانی پیا ہوگا جہاں سے کسی مسلمان نے پانی پیا ہے، لہٰذا تم ایک اور بکرا لے آؤ میں بُت سے دوبارہ تمہارے بیٹے کے لئے عرض کروں گا۔ میرے والد نے فوراً ایک موٹا تازہ بکرا لا کر بُت کے آگے پیش کر دیا۔ پجاری نے دوبارہ بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ بُت سے التجا کی کہ ڈنگاوا کے بیٹے کو صحت اور زندگی دے دو اور پجاری نے اپنے خیال میں دیوتا کے نازک رگ کو پکڑتے ہوئے اس سے اس کی پھوپھی اینکورمن اور اس کی پیاری بیوی لانگوں برکموں چچا پلے گپتو وغیرہ کا واسطہ دیا، تو پھر اس بے جان مورتی نے منظوری کی شکل میں سر ہلایا جب بُت نے میرا قصور معاف کر دیا اور اپنی طرف سے مجھے صحت اور زندگی دے دی تو میرا باپ اور تمام رشتہ دار جو بُت خانے میں موجود تھے بُت کا شکریہ ادا کرنے کے لئے پھر سجدہ میں گر پڑے لیکن والدہ ماجدہ نے اس دفعہ بھی سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور بدستور کھڑی رہیں۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ کے حکم سے تمام فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن شیطان مردود نے سجدہ نہیں کیا۔

یہاں تمام شیطانوں نے سجدہ کیا لیکن ایک اللہ کی بندی نے باطل کے آگے جھکنے سے انکار کر دیا میرے والد اور میرے دیگر بُت پرست رشتہ داروں کو یقین تھا کہ اب میں ایک ہفتہ کے اندر تندرست ہو جاؤں گا مگر والدہ بہت غمگین تھی، دن ہفتوں میں اور ہفتہ مہینوں میں تبدیل ہو گیا، میری صحت ٹھیک نہ ہوئی بلکہ پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو گئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چند دنوں کا مہمان ہوں۔ دیوتا کا دعویٰ غلط ثابت ہوا بکرا حرام کا کھا گیا، لیکن مجھے صحت نہ دے سکا۔ باپ بھی کچھ پریشان ہوا لیکن اس کا اعتقاد دیوتا پر قائم رہا۔ ایک سال کا عرصہ اسی بیماری میں گذر گیا ایسے میں ایک دن گاؤں میں کہیں سے ایک اللہ والا آیا۔ اس نے وعظ و نصیحت کر کے ان گمراہ لوگوں کو بتایا کہ اسلام ایک سچا مذہب ہے۔ ہادیٔ برحق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری پیغمبر ہیں۔ اللہ ہی تمام کائنات کا مالک ہے اور تم لوگوں نے جن بے جان چیزوں کو خدا بنا رکھا ہے وہ نہ تو اپنے آپ کو بچا سکتی ہیں اور نہ ہی تمہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور ان بتوں کے منہ پر اگر ایک ادنیٰ مکھی بھی بیٹھ جائے تو اسے اڑانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اُس اللہ والے کی ان باتوں کو میری والدہ نے بڑے غور سے سنا اور سوچنے لگی کہ واقعی یہ بُت اسلام کے مقابلے میں جھوٹے ہیں اور یہ نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان، لیکن والدہ کے دل میں اللہ والے کی یہ بات سمجھ میں نہ آئی کہ بُت اپنے اوپر سے مکھی بھی نہیں اڑا سکتے، کیونکہ والدہ ماجدہ نے دو دفعہ خود بُت کو سر ہلاتے ہوئے دیکھا تھا۔ بُت کے سر ہلانے کی وجہ سے والدہ کچھ پریشان تھی۔ لیکن بتوں سے نفرت اور دین اسلام سے محبت روز بروز بڑھ رہی تھی۔ اللہ والے بزرگ وعظ و ہدایت کے علاوہ بیماروں اور حاجت مندوں کے لئے دعا بھی کرتے اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبولیت بخشتا تھا اور یہ بُت پرست اسے بھی جادو یا دیوی دیوتا کی کرامت تصور کرتے تھے۔ گاؤں میں بے شمار لوگوں نے میرے والد سے بھی کہا کہ آپ اپنے بیٹے کو ان کے پاس لے جائیں، لیکن والد نے اس بات کو بھی دیوی دیوتاؤں کی توہین سمجھتے ہوئے اللہ والے کے حضور جانے سے انکار کر دیا۔ اللہ والے نے ہمارے گاؤں کے بعد ایک اور گاؤں میں جو 20 میل کے فاصلے پر واقع تھا قیام کیا اور اسی طرح تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا میری حالت سخت خراب ہو گئی جس سے میرا ضدی اور دیوی دیوتاؤں کے ماننے والا والد بھی گھبرا گیا آخر لوگوں کے کہنے پر مجھے اس مردِ مومن کے آگے پیش کرنے کا فیصلہ کر لیا، ایک دن چھوٹے سے قافلے کی صورت میں جس میں میری والدہ اور دیگر رشتہ دار بھی شامل تھے، محمد عربی ﷺ کے غلام کی طرف چل پڑے۔ والدہ راستہ بھر یہ سوچ کر خوش ہو رہی تھی کہ اب مردِ مومن کی دعا سے اللہ میرے بیٹے کو تندرست کر دے گا جب وہاں پہنچے تو ایک درخت کے نیچے وہ بیٹھا لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہا تھا۔ والدہ نے مجھے گود میں اٹھایا اور ان کے سامنے پیش ہوئیں تو مردِ مومن نے ہم پر نگاہِ کرم کرتے ہوئے قرآن عظیم کی کچھ آیات پڑھ کر دم کیں اور ایک برتن میں پانی دیتے ہوئے کہا کہ میں نے اس کے لئے اللہ سے دعا کی ہے یہ پانی پلاؤ انشاء اللہ، اللہ اس کو صحت اور زندگی دے گا۔ والدہ نے پہلی بار دونوں جہانوں کے خالق و مالک کا نام ان کی زبان سے سنا اور اسلام کے لئے بے تاب ہو گئیں۔ بقول علامہ اقبال

نگاہِ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

جیسا کہ میں نے ابھی ابھی بتایا کہ بُت کو سر ہلاتے ہوئے دیکھ کر والدہ کچھ شش و پنج میں پڑ گئی تھیں۔ میرا ماموں جو بُت ساز تھا ایک دن وہ بُتوں کی مرمت کے لئے بُت خانے میں ایک اونچی جگہ بیٹھ کر جھوٹے خداؤں کی مرمت کر رہا تھا یہ چھوٹی چھوٹی لکڑی کے بنے ہوئے بُت بہت پرانے اور بوسیدہ ہو جانے کی وجہ سے کسی کا کان ٹوٹا ہوا تھا اور کسی کی ناک جدا تھی کوئی سر سے محروم تھا۔ ان بیچاروں کی مرمت میرا ماموں کر رہا تھا اتنے میں کچھ حاجت مند لوگ بکرا اور دیگر تحفہ تحائف لے کر بڑے بت کے آگے پیش ہونے کے لئے اندر آ گئے۔ بُت خانے کا پجاری ان لوگوں کے آگے آگے تھا۔ پجاری نے ان لوگوں کو بھی ایک قطار میں کھڑا کیا اور پھر زور زور سے ان کی حاجات بڑے بُت کے آگے پیش کرنی شروع کر دیں اور اس پجاری کے الفاظ میں ایسا اشارہ تھا جو عام آدمی نہیں سمجھ سکتا تھا جب پجاری نے مخصوص انداز میں زور زور سے بولنا شروع کیا تو جس دیوار میں بُت نصب تھا اس کے عین عقب کی جانب ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں ایک اور پجاری منتظر رہتا اس کے ہاتھ دو رسیوں کو کھینچنے کے لئے تیار رہتے تھے یہ رسیاں دیوار کے اندر سے ہوتے ہوئے بڑے بُت کی گردن میں باندھی ہوئی تھیں۔ جب بُت کے سامنے والا پُجاری مخصوص آواز نکالتا تو کوٹھڑی میں بیٹھا ہوا پُجاری فوراً ایک رسی کو کھینچ دیتا، جس سے بُت انکار کی صورت میں سر ہلا دیتا۔ بدھ مذہب کے لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ بُت خود سر ہلا سکتا ہے۔ جب حاجت مند گھبرا جاتا اور ہر چیز بُت پر نچھاور کرنے کے لئے تیار ہو جاتا تو پُجاری دوسری رسی کو کھینچ دیتا تو وہ بُت منظوری کی شکل میں سر ہلا دیتا۔ میرا ماموں اونچی جگہ پر بیٹھا ہوا یہ تمام حرکات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ شام کو جب وہ گھر آیا تو گھر والوں نے اس کے سامنے کھانا رکھا تو وہ کھانا کھاتے ہوئے خود بخود ہنسنے لگا اتفاق دیکھئے کہ اس دن والدہ بھی ماموں کے گھر موجود تھیں۔ والدہ نے ماموں سے کہا بھائی کیا بات ہے؟ آپ کیوں ہنس رہے ہیں ہمیں بھی بتائیں۔ اس پر ماموں نے بُت خانے والا واقعہ ان کو سنا دیا اور کہا کہ کس طرح رسی کے کھینچنے پر بُت سر ہلاتا ہے۔ والدہ محترمہ کا یہ سننا تھا کہ ان کا شک دور ہو گیا جو بُت کے سر

ہلانے کی حرکت سے پیدا ہوا تھا۔ والدہ نے کہا اے بھائی! یہ بُت اور پجاری سب جھوٹے ہیں۔ ''میں آج سے ان سب پر لعنت بھیجتی ہوں تم بھی ان کو چھوڑ کر دینِ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔'' میں اور میرے بچے اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ والدہ سے یہ جواب سن کر ماموں غصے سے پاگل ہو گیا اور کہا کیا تم مجھے اپنے جیسا سمجھتی ہو کہ میں اپنے خداؤں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے خدا کو مان لوں۔

برادرانِ اسلام!

ماموں نے یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود اسلام کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے **ختم اللہ علیٰ قلوبھم و علیٰ سمعھم و علیٰ ابصارھم غشاوۃ و لھم عذاب عظیم.** یعنی ہم نے ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دی وہ گونگے ہیں، بہرے ہیں اور اندھے ہیں، ان کے لئے سخت عذاب ہے۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

جیسا کہ میں نے آپ کو ابھی ابھی بتایا کہ اس اللہ والے کی تبلیغ سے میری والدہ کے دل میں اسلام کے لئے تڑپ پیدا ہوئی اور بُتوں سے نفرت ہو گئی اور مجھے بھی اس مردِ مجاہد کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے صحت دی اس اللہ والے کے جانے کے کچھ عرصہ بعد ایک اور اللہ والے نے ہمارے گاؤں میں قدم رکھے انہوں نے ایک درخت کے نیچے گاؤں کے لوگوں کو اکٹھا کر کے اللہ کا پیغام سنانا شروع کر دیا، وہ برملا کہتا تھا کہ اللہ ایک ہے اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپ سب لوگوں کو چاہیئے کہ بُتوں کی پوجا چھوڑ کر خدا کی واحدانیت کا اقرار کر لیں۔ جس پر تمام گاؤں والوں نے ان کی مخالفت شروع کر دی اور انہیں گاؤں سے چلے جانے کو کہا۔ مگر وہ نہ مانے اور تبلیغ کا کام جاری رکھا وہ تو صرف اس غرض سے اپنا گھر بار چھوڑ کر نکلا تھا کہ کفار تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا پیغام پہنچائے لیکن کفار نے اللہ والے کے اس کلمہ حق کو اپنے دیوتاؤں کی بے حرمتی تصور کیا۔ میرے گاؤں کے ان کافروں نے اللہ والے کو ایک درخت سے باندھ دیا اور تمام چھوٹے بڑے پتھر اٹھا کر ان کو مارنے لگے۔ چند منٹ بعد وہ خون میں لت پت پڑا تھا جب وہ بے ہوش ہو گیا تو انہیں کھول دیا، ذرا ہوش آنے پر انہیں گاؤں والوں نے تبلیغ بند کر کے لداخ کے علاقے سے نکل جانے کو کہا لیکن وہ نہ مانا اور پھر سے تبلیغ شروع کر دی۔ اس اللہ والے کو اپنی زندگی سے اسلام کی عزت زیادہ عزیز تھی۔ دیوی دیوتاؤں کے ماننے والوں نے اس پر پھر ظلم و ستم شروع کر دیا مگر وہ اللہ کا بندہ سب کچھ برداشت کر رہا تھا اور خوش تھا کہ وہ خدا اور رسول ﷺ کا پیغام پہنچا رہا ہے۔ جب یہ مردِ مجاہد کسی حالت پر بھی تبلیغ بند کرنے پر راضی نہ ہوا تو سب لوگوں نے مل کر ان کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ کافی بحث و مباحثہ کے بعد میرے والد ڈانگاوا نے کہا کہ اس مسلمان کو میں قتل کرتا ہوں، میری والدہ کو جب اس ناپاک ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے والد کو منع کیا اور کہا کہ اس پردیسی نے ہمارا کیا قصور کیا ہے؟ جو تم اس کو قتل کرنے پر تلے ہوئے ہو، تم اس مکروہ فعل سے باز آ جاؤ۔

والد نے کہا تم نہیں جانتی ہو۔ وہ ہمارے دیوی اور دیوتاؤں کو برا بھلا کہتا ہے اور کہتا ہے کہ مسلمانوں کا خدا ہی سچا خدا ہے اور وہ بار بار اللہ اکبر کہتا ہے۔ والدہ نے کہا کہ وہ ٹھیک ہی تو کہتا ہے۔ دیکھو! ہمارے بیٹے کو ایک مسلمان کی دعا سے مسلمانوں کے سچے خدا نے تندرست کر دیا۔ پہلے والا مسلمان بھی تو بار بار اللہ اکبر ہی کہتا تھا اور اللہ کے سامنے ہمارے دیوی دیوتا جھوٹے ثابت ہوئے تھے۔ میرے والد ڈنگاوا کو یہ بات سن کو سخت غصہ آیا اور کہنے لگا کہ تم مسلمانوں کی حمایت کرنا چھوڑ دو، ورنہ تم کو بھی قتل کر دوں گا۔ یہ کہہ کر بے تحاشا اس مردِ مومن کی طرف بھاگا اور ایک بے بس اور غریب الوطن اسلام کے سچے مبلغ کو تلوار کے ایک ہی وار سے جامِ شہادت نوش کروایا۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون۔** والدہ کے دل پر اللہ والے کی شہادت کا بہت اثر ہوا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر کے الفاظ رہ رہ کر ان کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ وہ بار بار کہتی تھیں کہ اسلام کتنا پیارا مذہب ہے جس کی خاطر اس اللہ کے بندے نے اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کی۔ اب میں ضرور مسلمان ہو جاؤں گی مگر لداخ جیسے کفرستان میں مسلمان ہونا کوئی معمولی کام نہ تھا پھر بھی والدہ نے تہیہ کر لیا کہ میں ضرور مسلمان ہو جاؤں گی۔ خواہ اسلام کی خاطر جان بھی چلی جائے۔ اس واقعہ نے والدہ کے دل میں اسلام کی بے حد محبت اور ہمت پیدا کر دی۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہے

میرے مسلمان بھائیو!

اب میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ جب کوئی راہ راست پر آنا چاہے تو اس کی مدد اللہ تعالیٰ کس طرح سے فرماتا ہے اور کس طرح اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کے دین کے دشمنوں کو نیست و نابود کرتا ہے، کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ سردیوں کا موسم تھا میری والدہ میرا چھوٹا

بھائی اور میں اپنے تین منزلہ مکان کی چھت پر بیٹھے ہوئے دھوپ تاپ رہے تھے۔ اتنے میں والد ڈنگاوا بھی شراب کے نشے میں مست ہو کر چھت پر چڑھ آیا اور منڈیر پر بیٹھ کر گلی میں ہر آنے جانے والے کو گالی گلوچ دینے لگا۔ مسلمان کو قتل کرنے کی وجہ سے اس کا رعب اور دبدبہ بدھوں میں اور زیادہ بڑھ گیا تھا اور اس وجہ سے قوم اس کو قابل فخر آدمی سمجھتی تھی، کیونکہ اس نے ایک مسلمان کو شہید کیا تھا جس نے ان کے جھوٹے خداؤں کو چھوڑ دینے کا مشورہ دیا تھا اس لئے گاؤں کا کوئی بھی شخص ان کے سامنے بولنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ بے گناہ مومن کا خون رائیگاں نہ گیا اس کا خدا جو دونوں جہانوں کا حقیقی مالک ہے، اپنے بندے کا بدلہ لینا چاہتا تھا سامنے مکان کی چھت پر ایک مرغ ٹہل رہا تھا میرے والد نے نشے کی حالت میں اس مرغ کو بھی گالی دی وہ بے زبان مرغ اس کی گالی سے ناراض نہیں ہوا بلکہ اس نے اپنے انداز میں اذان دی آسمان کی طرف دیکھا اور اڑ کر چھت سے نیچے گلی میں جا پہنچا۔ والد ڈنگاوا جو شراب کے نشے میں بدمست تھا اسے مرغ کی یہ حرکت پسند نہ آئی اور کہنے لگا او حرامزادے! تیری اتنی جرأت کہ میرے سامنے اکڑے ٹھہر ذرا میں ابھی تجھے تیری اس جرأت کا مزہ چکھاؤں گا کہ تو بھی یاد رکھے گا۔ یہ کہہ کر چھت سے چھلانگ لگا دی۔ والدہ دوڑی ہوئی چھت سے نیچے اتری ہم دونوں بھائی بھی بھاگتے ہوئے ماں کے پیچھے گلی میں پہنچے تو وہاں عجب سماں نظر آیا والد ڈنگاوا خون میں لت پت گلی میں بیہوش پڑا ہے اور منہ سے مسلسل شراب کی بدبو آ رہی تھی۔ ہم نے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ دوسرے دن میرے والد ڈنگاوا زخموں کی تاب نہ لا کر چل بسے۔ اللہ جبار و قہار نے اللہ والے کے خون کا بدلہ لے لیا۔

اوست سلطاں ہر چہ خواہد او کند
عالمے را در دمے ویراں کند

وہ حقیقی بادشاہ جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ تمام دنیا کو ایک ہی پل میں برباد کر سکتا ہے۔

حضرات! دیکھا آپ نے اس علاقے میں جہاں مسلمانوں کا نام و نشان تک بھی نہ تھا وہاں اللہ نے ایک مرغ سے کام لیا اور دینِ اسلام کے دشمن کو تباہ و برباد کر دیا۔

اگر ہم بھی اسلام کے زریں اصولوں کو اپنا لیں اور سوشلزم کمیونزم کے پیچھے اندھوں کی طرح بھاگنا چھوڑ دیں اور اسلام کی جستجو میں لگ جائیں تو خدا ہمارے اور ہمارے ملک پاکستان کے دشمنوں کو نیست و نابود کر دے گا۔ کشمیر اور بنگلہ دیش کو آزاد کرنا تو کیا بلکہ تمام دنیا پر ہم غالب آ سکتے ہیں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری راہ کی جو سب سے بڑی رکاوٹ والد ڈنگاوا کی صورت میں تھی وہ اب دور ہو چکی تھی اور تینوں آزاد تھے۔ والدہ نے ایک دن مجھ سے کہا کہ بیٹا اب ہمیں حقیقی پروردگار کی تلاش میں نکلنا ہوگا۔ کیا تم میرے ساتھ اسلام کی تلاش میں گھر سے نکلنے کے لئے تیار ہو۔ میں نے ماں کے حکم کے آگے سر جھکا دیا اور کہا کہ میں آپ کا ہر حکم ماننے کے لئے تیار ہوں گو ہم باطنی طور پر خدا اور رسول ﷺ پر ایمان لا چکے تھے مگر زبانی اقرار باقی تھا جب تک اقرار باللسان کو پورا نہ کرتے تو مسلمان نہیں ہو سکتے تھے۔

اب اس اقرار باللسان کو پورا کرنے کے لئے پھر کسی اللہ والے کی تلاش ضروری تھی اس کے لئے سفر کے سوا کوئی چارہ نہ تھا میری والدہ کو پورا پورا یقین تھا کہ اس کفرستان کو چھوڑنے کے بعد ہمیں اسلام کی لازوال دولت ضرور نصیب ہوگی ان کا دل کہتا تھا کہ

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

ایک رات جب آسمان پر چودھویں کا چاند اپنی پوری چمک دمک کے ساتھ بے شمار ستاروں کے ساتھ مل کر اندھیری رات کو روشن کر رہا تھا اور اس چاندنی میں مسافروں کو اپنی راہ آسانی سے نظر آ جاتی تھی۔ میری والدہ نے کچھ خشک خوبانی، ستو، گھی اور دیگر کھانے پینے کی چیزیں ایک گٹھری میں باندھ لیں اور ہمیں اس رات گھر سے نکلنے کا حکم دے دیا۔

ہم گھر سے نکل رہے تھے تو تمام کفار اپنے گھروں میں دبکے پڑے میٹھی نیند کے مزے لے رہے تھے۔ مگر ہم نے اسلام کی تلاش میں اس رات نکلنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ جو زادِ راہ گٹھری کی صورت میں ماں نے تیار کر رکھا تھا وہ میں نے پیٹھ پر اٹھائی اور چھوٹے بھائی کو والدہ نے اٹھایا اور اللہ کا نام لے کر ہم گاؤں سے چل پڑے۔ اب ہم تینوں ماں بیٹوں نے انجان راستوں پر سفر شروع کر دیا ہم کافی دور آ گئے تھے پھر بھی خدشہ تھا کہ کہیں کنبے والے ہمارا پیچھا نہ کر رہے ہوں۔ ذرا سی کھڑکھڑاہٹ پر بھی ہمارے کان کھڑے ہو جاتے۔ رات دن میں تبدیل ہوئی مگر ہم نے اپنا سفر جاری رکھا، رشتہ داروں اور دیگر کفاروں سے بچنے کے لئے دن کو جنگلوں میں پڑے رہتے اور رات کو سفر کرتے تقریباً ہفتہ

عشرہ اسی طرح جنگلوں میں سفر کرتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ ستو اور خوبانی جو زادِ راہ کے لئے لائے تھے ختم ہو گئے اب ہمارا گذارہ جنگلی پھلوں پر ہوتا رہا۔ پہاڑوں اور ریتلے میدانوں کے علاوہ آبادی کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا مگر ہم نے حوصلہ نہیں ہارا۔ بھوکے پیاسے رہ کر بھی بڑے اطمینان سے سفر جاری رکھا۔ آخر قادرِ مطلق جل شانہ کو ہم پر رحم آ گیا اور ہم ایک گاؤں میں پہنچ گئے۔ گاؤں والوں نے ہمیں کھانا کھلایا اور ہم نے خدا کا شکر ادا کیا۔ دوسرے دن علی الصبح ماں کے حکم پر سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے وہاں سے چل پڑے۔ اب ہم چنگ تھنگ کے علاقہ میں داخل ہو چکے تھے۔ یہ راستہ اور بھی خطرناک تھا۔ سنگلاخ چٹانوں پر چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیاں بنی ہوئی تھیں۔ جن پر چلنا کوئی معنیٰ رکھتا ہے۔ اس علاقے میں قزاق ڈاکو بھی ہیں اور درندے بھی کبھی کبھی چیتوں اور دیگر درندوں کی گرجدار آواز سن کر ہم کانپ جاتے لیکن والدہ ہمیں خوفزدہ دیکھ کر ہم سے کہتی کہ بیٹا ہم اسلام کی خاطر گھر سے نکلے ہیں۔ اللہ اور اس کے نبی ﷺ پر ایمان لانے جا رہے ہیں، گو ہمیں معلوم نہیں کہ ہماری منزل کون سی ہے مگر پھر بھی حوصلے سے کام لو تمہیں تو مسلمان ہو کر اسلام کا مجاہد اور غازی بننا ہے۔ مجاہدوں اور غازیوں کا کام ان جنگلی درندوں سے ڈرنا نہیں ہے تم نے سنا نہیں کہ ایک مسلمان پوری دنیا پر غالب آ سکتا ہے اسلام کے ماننے والوں اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے غلاموں نے شیروں کو اپنے تابع کیا اور ان پر سواری کی۔

کانپتا ہے دل تیرا اندیشۂ طوفاں سے کیا
ناخدا تُو ، بحر تُو ، کشتی بھی تُو ، ساحل بھی تُو

حضرات! اب ہمیں گھر سے نکلے ہوئے دو ماہ ہو چکے تھے، لیکن ہم ابھی تک اسلام کی آغوش میں نہیں پہنچ سکے تھے، کپڑے جنگلی جھاڑیوں میں بار بار الجھنے سے پھٹ گئے تھے بہت ہی برا حال تھا۔ اتنے میں ایک قافلہ ملا جس میں چند ایک ان پڑھ مسلمان بھی شامل تھے جن سے ہم نے اسلام قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی اور ان سے کہا کہ تم ہمیں کلمہ پڑھاؤ۔ لیکن ان پڑھ ہونے کی وجہ سے وہ ہمیں مسلمان نہ کر سکے۔ لیکن شملہ کا سیدھا راستہ بتا دیا۔ وادی شملہ آج کل بھارت کا صحت افزا مقام ہے۔ ان پڑھ مسلمانوں نے ہم سے کہا کہ آپ شملہ چلے جائیں وہاں تمہیں بڑی مساجد بھی ملیں گی اور کلمہ پڑھانے والے علماء دین بھی ملیں گے۔

تمنا آبرو کی ہو اگر گلزار ہستی میں
تو کانٹوں سے الجھ کر زندگی کرنے کی خُو کر لے

قافلے والے دوسری طرف چلے گئے ہم مسجد اور علماء دین کی تلاش میں شملہ کی طرف چل پڑے۔ دو چار دن کے چلنے کے بعد ہم ایک برفانی علاقے میں داخل ہو گئے وہاں دور دور تک برف کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا پہاڑ سفید برفانی لبادہ اوڑھے عجیب بہار دکھا رہے تھے۔ برف کی وجہ سے پگڈنڈیوں کا بھی نام و نشان تک مٹا ہوا تھا، ہمیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ اس برفانی پہاڑ کو ہم کس طرح عبور کریں گے۔ والدہ ماجدہ برفانی تودے پر کھڑی خدا کو امداد کے لئے پکار رہی تھی۔ اے اللہ تو ہمارا حامی و ناصر ہے تو ہماری راہنمائی فرما کہ ہم صراطِ مستقیم اختیار کر سکیں

''اے اللہ تو سچا خالق ہے تو زبردست ہے، میں کمزور ہوں مجھے ہر وقت تیرے سہارے کی ضرورت ہے، تیرے سہارے کے بغیر میں بے کس ہوں۔ میں مظلوم ہوں اور تو فریاد کا سننے والا ہے۔ تو ہی مظلوموں اور ناتوانوں کا مولا ہے۔ تو ہمیں ہماری منزل تک پہنچا۔''

دکھی دلوں سے نکلی ہوئی دعا بارگاہ رب العزت میں مستجاب ہوئی، پہاڑ کی بلندی پر ایک مکان نظر آیا قریب پہنچنے پر معلوم کہ یہ ایک ڈاک بنگلہ ہے۔ یہاں ایک بوڑھا چوکیدار اپنے بال بچوں سمیت رہتا ہے۔ چوکیدار نے جب ہمیں اپنے ہاں دیکھا تو بہت خوش ہوا۔ کھانا وغیرہ کھلایا اور آرام کرنے کیلئے جگہ دی۔ ہمارے پوچھنے پر بوڑھے چوکیدار نے بتایا کہ یہاں ان برفانی پہاڑوں پر اسی طرح کے ڈاک بنگلے بنے ہوئے ہیں۔ جہاں موسمِ بہار میں سیاح اور افسران آ کر ٹھہرتے ہیں۔ دو دن کے قیام کے بعد چوکیدار سے رخصت لے کر ہم نے پھر سفر شروع کر دیا۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ برف سے ڈھکے ہوئے بلند پہاڑ پر سے ہم تینوں ماں بیٹے گذر رہے تھے، نیچے وادی میں ایک دریا رواں دواں تھا، پگڈنڈی پر کہیں کہیں ڈاکیہ کے قدموں کے نشان تھے۔ اس علاقے میں ڈاکیہ لمبے لمبے نیزے ہاتھ میں لئے ہوئے ڈیوٹی سرانجام دیتے تھے۔ اس لمبے نیزے سے بعض اوقات وہ اپنی جان کی حفاظت بھی کرتا تھا لیکن ہمارے پاس اپنی حفاظت کے لئے ہتھیار تو کجا ایک چھوٹی سے لاٹھی بھی نہیں تھی۔ ہم پھر بھی سفر کر رہے تھے کہ اچانک ایک برفانی خونخوار ریچھ کو اپنی طرف آتے دیکھا شاید وہ بھی کئی دنوں سے بھوکا تھا برف پر انسان کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور چھلانگیں لگاتا ہوا ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھا، میں نے والدہ سے کہا اب کیا ہوگا اور ہم اس درندے سے کس طرح بچ سکتے ہیں۔ والدہ نے کہا کہ گھبراؤ نہیں، جس اللہ کی تلاش میں ہم جا رہے ہیں وہی ہمیں اس درندے سے بچائے گا، اتنے میں ریچھ کوئی بیس تیس گز کے فاصلے پر پہنچ گیا۔ عجب رقت آمیز منظر تھا۔ پہاڑ کی چوٹی برف پوش پگڈنڈی نیچے

دریا سامنے خونخوار ریچھ۔

نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن

والدہ نے دل کی گہرائیوں سے اللہ کو مدد کے لئے پکارا۔ اللہ کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا اسی وقت پہاڑ کی بلند چوٹی سے برف کا ایک بہت بڑا تودہ خوفناک آواز کے ساتھ ریچھ پر آ گرا اور ریچھ کو اپنی لپیٹ میں لے کر دریا کی لہروں میں گم ہو گیا۔

جسے چاہے مردہ بنائے تو جسے چاہے زندہ اٹھائے تو
تیرے ہاتھ میں ہے فنا بقا تیری شان جل جلالہ

ایک ہفتہ کے مسلسل سفر کے بعد ان برفانی پہاڑوں کو بھی ہم نے عبور کر لیا اب ہم ایک سرسبز اور شاداب علاقے میں پہنچ گئے تھے وہ جگہ رنگا رنگ پھولوں سے بھرپور تھی ہر طرف پھولوں کی مہک بادِ نسیم کے ساتھ مل کر نئی روح پھونکتی تھی اس علاقے میں ہرن بھی تھے اور یہی خوشبودار پھول ہرنوں کی غذا ہے یہ ہرنوں کے پیٹ میں پہنچ کر مشکِ نافہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس علاقے میں پہنچ کر ہماری تھکاوٹ دور ہو گئی، چہروں پر تروتازگی آ گئی، کبھی کبھی ہرنوں کے غول کے غول ہمارے آگے سے چھلانگیں لگاتے ہوئے گذر جاتے اور اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتے ان کو تو اپنی منزل معلوم تھی مگر ہمیں ابھی تک اپنی منزل کا کچھ پتہ نہ تھا۔ ہماری منزل اللہ تعالیٰ کے بس میں تھی آخر اسی طرح چھ ماہ کی مسلسل جدوجہد اور جنگلوں بیابانوں کی خاک چھاننے کے بعد ہم شملہ پہنچ گئے۔ وہاں پہنچنے کے فوراً بعد مسجد اور علماء دین کی تلاش شروع کر دی گئی لوگوں سے ہم نے پوچھا بھی لیکن ہماری بولی کسی کی سمجھ میں نہ آئی جس سے بھی ہم بات کرتے وہ بغیر جواب دیئے چلا جاتا۔ کیونکہ ہم نے مسجد اور محراب کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ کئی دفعہ مسجد کے قریب سے بھی گذرے ایک دن ہم بہت خوش ہوئے ایک شخص کو جس نے لمبی ڈاڑھی رکھی ہوئی تھی اور سر پر پگڑی باندھی ہوئی تھی، ہماری طرف آتا ہوا نظر آیا ہم نے اس کو عالم دین اور مولوی سمجھ کر مسلمان ہونے کی خواہش ظاہر کی لیکن وہ ہمارا مذاق اڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ تو سکھ تھا۔ اس طرح ہم ایک دن پریشان اور مایوس ہو کر بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک آواز ہمارے کانوں میں پڑی وہ آواز ''اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر. اشھد ان لا الہ الا اللہ. اشھد ان لا الہ الا اللہ. اشھد ان محمد رسول اللہ. اشھد ان محمد رسول اللہ.'' کی پاکیزہ آواز تھی۔ جو مؤذن نے قریب کی مسجد سے پکاری تھی۔ ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی ہم دوڑتے ہوئے مسجد میں پہنچ گئے ہم جوتوں سمیت مسجد کے اندر داخل ہو گئے ہمیں کیا معلوم تھا کہ مسجد کے اندر جوتی پہن کر نہیں جانا چاہیئے۔ نمازیوں نے ہمیں ایک کونے میں بٹھا دیا اور خود نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ان نمازیوں نے ہم سے مسجد میں داخل ہونے کا مقصد پوچھا۔ والدہ ماجدہ نے لداخی زبان میں بتایا کہ ہم اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں آپ ہمیں کلمہ پڑھائیں، مگر ان کی سمجھ میں نہ آیا۔ چنانچہ شملہ میں مقیم بلتستانیوں نے والدہ سے لداخی زبان میں بات کر کے امام مسجد کو بتایا کہ یہ بے وطن مسافر چین ہیں۔ علاقہ لداخ سے اسلام کی جستجو میں یہاں تک پہنچے ہیں۔ دوسرے دن جمعۃ المبارک تھا، جب ہم بیدار ہوئے تو ہماری قسمت بھی بیدار ہو چکی تھی۔

اب تھوڑی دیر کے بعد ہم نے کلمہ پڑھنا تھا۔ نمازیوں نے ہمارے لئے نئی پوشاکیں تیار کی ہوئی تھیں۔ غسل کرنے کے بعد ہم نے یہ پوشاکیں پہن لیں امام مسجد نے ہمیں کلمہ طیبہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الااللہ او اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ پڑھا کر اور اقرار باللسان کا عہد بھی پورا کر دیا۔ اور اس طرح ہم دینِ اسلام اور محمد عربی ﷺ کے غلاموں میں شامل ہو گئے۔

محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

میرے اسلام پسند دوستو اور بزرگو!

اب میں مختصر الفاظ میں آپ سے کچھ عرض کروں گا اور اس کے بعد آپ سے رخصت چاہوں گا۔ میں یہ بات بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم لوگوں نے اسلام قبول کر کے اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ احمد مجتبےٰ فداہ ابی وامی پر کوئی احسان نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی توفیق دے کر اور اپنے محبوب کی امت میں شامل کر کے ہمیں اپنے لازوال انعام سے نوازا ہے، ہاں ایک بات میں اور کہنا چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ اسلام کے محافظ اور نگران ہیں۔ دین اسلام کا محافظ خود رب تعالیٰ ہے وہ آپ اور ہم جیسے لوگوں سے بے نیاز ہے۔ اس کی ذات ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر ہے۔ اس نے اپنے بندوں اور دین اسلام کی مدد کے لئے درندوں اور پرندوں سے بھی کام لیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ نے مچھر کی فوج بھیجی اور خانہ کعبہ کو بچانے کے لئے الم تر کیف فعل ربک

با صحاب الفیل ۔یعنی ابابیل پرندے سے کام لیا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ''عصا'' کو اژدھا بنادیا۔ہمارے پیارے رسول مقبول ﷺ اوران کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی امداد کے لئے جنگِ بدر میں ملائکہ مقربین کی فوج نازل فرمائی۔ابھی ابھی آپ نے سنا کہ ایک ناتواں مرغ کے ذریعے ایک اللہ والے کے قاتل کوفنا کردیا اور خوفناک درندہ کو ایک پل میں ختم کردیا۔تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے بے نیاز ہے اگر ہم دنیا کی برائیوں سے توبہ کر کے اللہ کی طرف جھکیں اور سبز گنبد کے مکین ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں تو اس میں ہمارا اپنا فائدہ ہے۔اگر ہم اس کے برعکس ادھر ادھر بھٹکتے پھریں تو خود اپنے لئے ذلت کے گڑھے کھودیں گے۔اگر میں آپ سے پوچھوں کہ اسلام سچا مذہب ہے تو آپ فوراً کہیں گے ہاں، بلکہ آپ یہ بھی کہیں گے کہ اسلام کے بغیر گذارا نہیں ہے لیکن آپ جان بوجھ کر اسلام کے اس صاف ستھرے راستے پر چلنے کی بجائے سوشلزم اور کمیونزم جیسے باطل راستوں پر چلنے کو تیار ہوجاتے ہیں۔افسوس صد افسوس کہ ہم لوگ محمد رسول اللہ ﷺ کے دامن کو چھوڑ کر کمیونزم اور سوشلزم کے بانی لینن اور سٹالن کے چیلے بننے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔اللہ والے سے مسلمان کی جو تعریف سنی تھی جس کو سن کر ہم مسلمان ہوئے تھے آج وہ کہیں بھی نظر نہیں آرہی ہے۔ہم نے اس اللہ والے سے یہ سنا تھا کہ دین اسلام قبول کرنے کے بعد عرب کے چند بدوؤں کی نظروں میں قیصر وکسریٰ کے جواہرات ریت کے ذرات کے برابر بھی نہ تھے لیکن آج میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ یہ آج کے مسلمان ایک پائی کے لئے بھی اپنا ایمان کیوں بیچ دیتے ہیں۔اور کیوں ذلیل وخوار پھر رہے ہیں۔

میں آپ سے نہایت ہی عاجزی سے عرض کروں گا کہ اگر آج بھی ہم سنبھل جائیں اور خدا اور رسولِ خدا ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے ان کے بتائے ہوئے راستوں پر گامزن ہوجائیں تو ہر طرح کی کامیابی اور کامرانی آپ کے قدم چومے گی اور آپ تمام دنیا پر حاوی ہوسکتے ہیں۔ خالق ارض وسما بھی ہم سے کہہ رہے ہیں:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

آیئے بارگاہ رب العزت میں ہاتھ پھیلائیں اور کہیں:

ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فاٰمنا ربنا فاغفرلنا ذنو بنا و کفرعنا سیاٰتنا و توفنا مع الابرار

اے ہمارے رب بے شک ہم نے ایک ندا کرنے والے کو سنا وہ ندا کررہا تھا۔ایمان کے لئے اور کہتا تھا۔اپنے رب پر ایمان لاؤ۔پس ہم ایمان لے آئے اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہم سے دور کر ہماری برائیوں کو اور ہمیں اٹھا دنیا سے نیک لوگوں کے ساتھ۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا و ھب لنا من لدنک رحمة. انک انت الوھاب .

آپ بھی اچھے قائد / منتظم بن سکتے ہیں.....مگر کیسے؟

رموز قیادت

محمد اسلم الوری، ایم بی اے، ایل ایل بی

آپ کوئی سرکاری افسر ہیں یا کسی نجی ادارے کی انتظامیہ کا حصہ، کسی سیاسی یا مذہبی جماعت کے رہنما ہیں یا کسی سماجی یا دینی تنظیم کے عہدیدار، کسی مدرسہ کے مہتمم ہیں یا سکول کے پرنسپل یا اپنا کوئی ذاتی کاروبار یا فیکٹری چلا رہے ہیں ہر جگہ آپ کا منصب آپ سے روزمرہ زندگی میں قدم قدم پر اعلیٰ قائدانہ اور شاندار انتظامی کارکردگی کا تقاضا کرتا ہے درج ذیل میں ہم نے جدید انتظامی علوم کی روشنی میں آپ کے لئے ان ذاتی اوصاف، مہارتوں اور شخصی رویوں کی نشاندہی کی ہے جن کو اپنا کر آپ اپنی شخصیت میں مزید نکھار اور جاذبیت پیدا کر سکتے ہیں اور خود کو تنظیمی اعتبار سے زیادہ سے زیادہ مقبول، مؤثر اور بارآور بنا سکتے ہیں۔

فکری مہارتیں

☆۔حالات کے مطابق حکمت عملی کی تشکیل

1۔اپنے ادارہ/ تنظیم کے نصب العین، مقاصد و اہداف، پالیسیوں اور حکمت عملیوں کا مکمل شعور حاصل کیجئے۔

2۔اپنے متعلقہ دائرہ کار میں ہمیشہ تزویراتی تناظر (Strategic Perspective) میں کام کیجئے۔

3۔معاملات کو ان کے وسیع تر مضمرات (Implications) کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

4۔اہم ترین تزویراتی اثرات (Strategic Impact) کے حامل اقدامات اور کاوشوں کی نشاندہی کیجئے۔

5۔وسیع پیمانے پر حالات کی جو مجموعی صورتحال دکھائی دیتی ہے اسے روزمرہ سرگرمیوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کیجئے۔

عملی مہارتیں

☆۔تدابیر اور اقدامی منصوبہ بندی

6۔مختلف اقدامات اور سرگرمیوں کی منصوبہ بندی کیجئے۔

7۔کاروباری حکمت عملیوں کو واضح اہداف اور ذمہ داریوں میں تبدیل کیجئے۔

8۔بجٹ اور دیگر وسائل کے حقیقی تخمینے تیار کیجئے۔

9۔ممکنہ مسائل کی پیش بینی کرتے ہوئے ان کے بروقت حل کے لیے مناسب ہنگامی منصوبے تیار کیجئے۔

10۔مختلف حلقہ ہائے کار کی سطح پر جاری منصوبہ جاتی کوششوں کے مابین ربط پیدا کیجئے۔

☆۔فیصلہ کن اور ٹھوس اندازہ

11۔مسائل کا مختلف نقطہ ہائے نظر سے تجزیہ کیجئے۔

12۔بروقت فیصلے کیجئے۔

13۔ٹھوس اور موثر فیصلے کیجئے۔

14۔غیر یقینی صورتحال میں فیصلے کیجئے۔

☆۔ ذہانت کی جستجو

15۔تنظیمی مقاصد کے حصول کو یقینی بنانے کے لئے مناسب تنظیمی ڈھانچہ (گروپس/ ٹیمیں) اور ان کے افعال و وظائف تشکیل دیجئے۔

16۔اپنی ٹیم میں اہل اور باصلاحیت افراد کو شامل کیجئے۔

17۔ایسی مؤثر ٹیم تیار کیجئے جس کے ارکان اضافی صلاحیتوں کے حامل ہوں۔

18۔طویل المدت عملہ جاتی چیلنجوں (Staffing Challeges) کی پیش بینی کرتے ہوئے ان کی نشاندہی کیجئے۔

19۔جماعت ہائے منصوبہ اور دیگر کارآمد گروہوں کو موثر انداز میں بروئے کار لائے۔

☆۔قوت عمل

20۔تفویض کردہ امور کے ساتھ واضح طور پر بیان کیجئے کہ آپ کارکنان سے کیا توقعات رکھتے ہیں؟

21۔مختلف امور کو جہاں تک ممکن ہو نچلی ترین سطح تک منتقل کیجئے۔

22۔لوگوں کو اس بات کی رعائت دیجئے کہ وہ اپنے فرائض و ذمہ داریاں خود اپنی مرضی کے مطابق انجام دے سکیں۔

23۔جب اور جہاں بھی آپ کی ضرورت ہو فوری مدد اور تعاون کے لیے آمادہ اور دستیاب رہیے۔

24۔ ماتحت افراد کی کارکردگی پر گہری نظر رکھیے اور اگر مطلوبہ اہداف پورے نہ ہو رہے ہوں تو ان کی کاوشوں کا رخ دوبارہ متعین کیجئے۔
25۔ دستیاب وقت کو صحیح ترین مصرف میں لانے کے لیے اپنے اجلاسوں کی پیشگی منصوبہ بندی کیجئے۔
26۔ ملازمین کے لیے کارکردگی کے اعلیٰ معیار و اہداف مقرر کیجئے۔

قائدانہ اوصاف و مہارتیں

☆۔ **سمت کا تعین**

27۔ درست سمت کا تعین کیجئے۔
28۔ مشترکہ سوچ کو پروان چڑھایئے۔
29۔ جماعت کار کے لیے واضح سمت کی نشان دہی کیجئے اور ترجیحات کو غیر مبہم انداز میں بیان کیجئے۔
30۔ افراد کار کی انفرادی ذمہ داریوں اور فرائض کا واضح انداز میں تعین کیجئے۔
31۔ جماعت کار کے مشن اور تنظیمی نصب العین میں ربط پیدا کیجئے۔
32۔ دوسروں کے سامنے جماعت / ٹیم کے مشن اور حکمت عملیوں کو واشگاف انداز میں پیش کیجئے۔

☆۔ **جرات مندانہ قیادت**

33۔ کسی بھی مسئلہ پر ایک واضح موقف اختیار کیجئے اور اہم معاملات میں فوری فیصلے کیجئے۔
34۔ منتظمانہ / قائدانہ جرات کا مظاہرہ کیجئے۔
35۔ دوسروں کو چیلنج کیجئے کہ وہ سخت اور مشکل فیصلے کرنے کی جرات کریں۔
36۔ آپ جس بات کو درست سمجھتے ہوں اس کے بارے میں سخت محنت اور ہمت کا مظاہرہ کیجئے۔

☆۔ **دوسروں پر اثر انداز ہونا**

37۔ اپنے گروپ میں جلد از جلد دوسروں کی توجہ اور عزت حاصل کیجئے۔
38۔ ترغیبانہ انداز میں گفت و شنید کیجئے۔
39۔ اپنے موقف کی وضاحت کے لیے ٹھوس وجوہات بیان کیجئے۔
40۔ دوسروں کی مدد اور تعاون حاصل کیجئے۔
41۔ دوسروں کو عمل پر آمادہ کیجئے۔
42۔ اعلیٰ انتظامیہ کے فیصلوں کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے اور فیصلہ سازی کے عمل پر اثر انداز ہونے کی کوشش کیجئے۔

☆۔ **باہم مل جل کر کام کرنے کا جذبہ ابھارنا**

43۔ ٹیم کے تمام افراد کار کی خدمات کی کھلے دل سے قدر کیجئے۔
44۔ متعلقہ افراد کو ان پر اثر انداز ہونے والے منصوبوں اور فیصلوں کے عمل میں شریک کیجئے۔
45۔ ٹیم کے اندر ٹیم ورک کے جذبہ کو فروغ دیجئے۔
46۔ مختلف گروپوں کے مابین بھی ٹیم ورک کے جذبہ کو فروغ دیجئے اور ہم اور وہ کے تصور کی حوصلہ شکنی کیجئے۔
47۔ ٹیم کی کارکردگی اور خدمات کا اعتراف کیجئے اور ان کی پذیرائی کے لئے تقریبات کا اہتمام کیجئے۔

☆۔ **دوسروں کو تحریک دینا**

48۔ کارکنوں تک اس تاثر کو عام کیجئے کہ آپ اپنے فرائض و ذمہ داریوں کی بطریق احسن انجام دہی کے لیئے ان کی قابلیت و اہلیت پر اعتماد کرتے ہیں۔
49۔ لوگوں کو حسن عمل پر آمادہ کیجئے۔
50۔ ایسی سازگار فضا تشکیل دیجئے جس میں لوگ اپنے کام سے لطف اندوز ہو سکیں۔
51۔ حسن کارکردگی پر لوگوں کو انعام و اکرام سے نوازیئے۔
52۔ ہر فرد کو تحریک و ترغیب دینے کا طریقہ اختیار کیجئے۔

☆۔رہنمائی / عملی تربیت

53۔دوسروں کی خوبیوں اور قابل اصلاح خامیوں کا صحیح اندازہ کیجئے۔

54۔لوگوں کو آگاہ کیجئے کہ وہ کب زیادہ بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کررہے ہوتے ہیں۔

55۔انہیں یہ بھی بتایئے کہ کب نتائج آپ کی توقعات کے مطابق نہیں ہوتے۔

56۔لوگوں کو ان کی مخفی مہارتوں کو ترقی دینے میں ان کی عملی مدد اور رہنمائی کیجئے۔

57۔انفرادی صلاحیتوں اور مہارتوں کو فروغ دینے کے لیے لوگوں کو مشکل اور دشوار امور اور اہداف تفویض کیجئے۔

58۔یہ جاننے کی کوشش کیجئے کہ آپ کو کب ماتحت افراد کی نگرانی کرنی چاہیے اور کس وقت انہیں اپنا کام آپ کرنے کے لیے کھلا چھوڑ دینا چاہیے۔

☆۔تبدیلی برپا کیجئے

59۔خود اپنے فرائض کار کے اندر اور باہر نئے اقدامات کا آغاز کیجئے۔

60۔مروجہ اور گھسے پٹے طور طریقوں کو چیلنج کیجئے۔

61۔دوسروں کو تبدیلی اور اصلاحی اقدامات پر ابھاریئے۔

62۔تبدیلی کے عمل میں دوسروں کو شریک کیجئے۔

63۔لوگوں کو ذہنی طور پر آمادہ کیجئے کہ وہ تبدیلیوں کی حقیقت، ماہیت اور افادیت کو سمجھ پائیں۔

64۔تبدیلی کو برپا کرنے کے لیے درکار نئے نظاموں اور ڈھانچوں کی تشکیل کیجئے۔

شخصی تعلقات استوار کرنے کی مہارتیں

☆۔روابط کی تشکیل

65۔لوگوں کے ساتھ معاملات میں صاف اور شفاف کردار اپنایئے۔

66۔اپنی دستیابی کو سہل بنایئے۔

67۔ماتحتوں کے ساتھ موثر روابط کار (Working Relationships) قائم کیجئے۔

68۔اپنے رفقائے کار کے ساتھ بھی موثر رشتے استوار کیجئے۔

69۔اعلیٰ انتظامیہ کے ساتھ بھی اپنے تعلقات کار کو موثر انداز میں تشکیل دیجئے۔

☆۔سیاسی حقیقت پسندی سے کام لیجئے۔

70۔اس بات کا صحیح طور پر اندازہ لگایئے کہ کون سی لڑائی (Conflict) واقعی لڑی جانے کے قابل ہے۔

71۔دوسروں کی حیثیت / طاقت اور ممکنہ ردعمل کا صحیح صحیح اندازہ لگایئے۔

72۔دیگر مناصب اور امور پر فائز کلیدی اور اہم شخصیات کے ساتھ خوشگوار مراسم قائم کیجئے۔

73۔کام نکالنے کے لیے تنظیم میں قائم غیر رسمی سلسلوں (Net Works) کو بروئے کار لایئے۔

74۔انڈسٹری اور خود اپنے پیشہ میں موثر افراد سے مضبوط روابط استوار کیجئے۔

☆۔موثر انتظام کاری / ثقافتی رکاوٹوں کو عبور کیجئے

75۔تعصبات اور عدم برداشت کے رویوں کا جرات سے سامنا کیجئے۔

76۔ایسا ماحول تشکیل دیجئے جس میں متنوع ثقافتی پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد خود کو مطمئن محسوس کرسکیں۔

77۔مختلف ثقافتوں / پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد کی اس طرح مدد کیجئے کہ وہ تنظیم میں کامیابی کی منازل طے کرسکیں۔

☆۔کشمکش کا خاتمہ

78۔اختلاف رائے کا اظہار نہایت سلیقے، احتیاط اور دوسروں کے احساسات کا خیال رکھتے ہوئے خوبصورت انداز میں کیجئے۔

79۔تنظیم / ادارہ میں پائی جانے والی کسی بھی قسم کی بے چینی، کشمکش اور تناؤ کی کیفیت کو فوری توجہ سے جلد از جلد حل کرنے کی کوشش کیجئے۔

80۔جہاں تک ممکن ہو ایسے حل تلاش کیجئے جس میں کسی بھی فریق کو شکست کا احساس نہ دلایا جائے۔

81۔مختلف نقطہ ہائے نظر اور مختلف الخیال افراد کے مابین بات چیت اور مکالمہ کو فروغ دیجئے۔

ابلاغی مہارتیں

☆۔کھلے مکالمہ کی حوصلہ افزائی

82۔لوگوں کے ساتھ براہ راست اور کشادہ دلی کے ساتھ بات چیت (مکالمہ) کیجئے۔

83۔دوسروں کی حوصلہ افزائی کیجئے کہ وہ اپنے خیالات کا کھل کر اظہار کر سکیں خواہ وہ آپ کی مخالفت میں ہی میں کیوں نہ ہوں۔

84۔اس امر کو یقینی بنایئے کہ آپ کی ہر بات یا فیصلہ لوگوں کے لئے ہمیشہ حیران کن اور باعث تعجب نہ ہو۔

85۔دوسروں کو بھی اطلاعات و معلومات تک رسائی کا مکمل حق دیجئے۔

86۔دوسروں کی جانب سے فراہم کردہ معلومات اور تجاویز کو پوری توجہ اور دلچسپی کے ساتھ سماعت کیجئے۔

87۔لوگ جو کچھ کہیں اسے اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کیجئے تا کہ کوئی ابہام باقی نہ رہے۔

☆۔اپنی گفتگو کو موثر بنایئے

88۔ہمیشہ شفاف، غیر مبہم اور مختصر گفتگو کیجئے۔

89۔اظہار خیال کرتے ہوئے اہم نکات یا اصل مسئلہ پر توجہ مرکوز رکھیئے۔

90۔ایک سے زائد افراد یا اجتماع کے سامنے اظہار خیال کرتے ہوئے ہمیشہ پر اعتماد لہجے اور موثر انداز میں گفتگو کیجئے۔

91۔گفتگو کرتے ہوئے صاف، رواں اور شستہ انداز بیان اختیار کیجئے۔

92۔کسی موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے جہاں تک ممکن ہو اپنے موقف کو موثر انداز میں پیش کرنے کے لیے سمعی و بصری معاونات کا استعمال کیجئے۔

93۔کسی بھی موقع پر اظہار خیال (Presentation) سے پہلے بھرپور تیاری اور مشق کیجئے۔

خود ترغیبی مہارتیں

☆۔نتائج کی جستجو

94۔اہداف کے حصول کو اولین ترجیح دیجئے۔

95۔جب مناسب ہو کارکنوں میں صورتحال کی سنگینی کا احساس پیدا کیجئے۔

96۔مسائل و مشکلات کا پورے عزم و ہمت اور استقلال کے ساتھ سامنا کیجئے۔

☆۔مقصد کے حصول کی لگن

97۔ذاتی طور پر اپنے لیے کارکردگی کے بلند معیارات مقرر کیجئے۔

98۔دوران کار نئے نئے چیلنجز تلاش کیجئے۔

99۔بیان کیئے بغیر نئے نئے اقدامات / کارروائیوں کا آغاز کیجئے۔

خود احتسابی مہارتیں

☆۔باہمی اعتماد

100۔دوسروں کا اعتماد اور اعتبار حاصل کیجئے۔

101۔اپنے قول و فعل میں مطابقت پیدا کیجئے

102۔اپنے وعدوں کا ہمیشہ پاس کیجئے

103۔ایک با اصول اور با اخلاق قائد / منتظم ہونے کا ثبوت دیجئے۔

☆۔ خود کو بدلنے اور سیکھنے پر آمادگی

104۔اپنی ناکامیوں اور غلطیوں کا تعمیری انداز میں تجزیہ کیجئے۔

105۔اپنے رویوں میں لچک پیدا کیجئے۔

106۔ذہنی تناؤ، صورتحال کے دباؤ اور غیر یقینی صورتحال میں بھی تعمیری انداز میں اپنا کام جاری رکھیئے۔

107۔خود پر تنقید کا خیر مقدم کیجئے اور اس دوران خود مدافعانہ (Self Defensive) رویہ اختیار کرنے سے گریز کیجئے۔

108۔مناسب حد تک تحمل و برداشت کا مظاہرہ کیجئے۔

109۔کارکردگی کا معیار مزید بہتر بنانے کے لیے دوسروں کے ردعمل وتاثرات(Feed Back) سے آگاہی حاصل کیجیے۔
110۔اپنے تجربات اور دوسروں سے ملنے والے تاثرات(Feed Back) کی روشنی میں اپنے رویوں میں مثبت تبدیلیاں لانے کی کوشش کیجیے۔

قائدانہ اوصاف سے متعلق اہم شخصی رویوں کی یہ ایک نامکمل فہرست ہے جس کی روشنی میں انتظامی اور قائدانہ ذمہ داریوں پر فائز ہر شخص حقیقت پسندانہ انداز میں اپنی شخصیت اور کارکردگی کا ناقدانہ جائزہ لے سکتا ہے۔لازم نہیں کہ ہر فرد ان تمام اوصاف حمیدہ سے متصف ہو البتہ یہ ضرور ہے کہ جس شخص میں یہ اوصاف جس قدر زیادہ اور مناسب توازن وتناسب کے ساتھ پائے جائیں گے وہ اسی قدر موثر انداز میں قیادت کے فرائض انجام دے سکے گا۔یاد رکھیے کہ کسی بھی قائد یا منتظم کی حقیقی قوت کا سرچشمہ وہ اعتماد ہے جو ایک پرخلوص' باصلاحیت اور اہل قائد کے طور پر اس کے کارکنان یا متبعین میں اس کے متعلق پایا جاتا ہے۔

سب سے مشکل کام اپنے اندر موجود خامیوں کی تلاش اور ان کی صحیح نشاندہی ہے۔اس کے لیے پرخلوص جستجو اور خود احتسابی کے پاکیزہ جذبہ کی ضرورت ہے۔اپنی اداؤں پر ذرا خود غور کیجیے' اہل خانہ اور مخلص احباب سے دریافت کیجیے' اپنے گردوپیش سے کانوں میں پڑنے والی ناخوشگوار آوازوں کا تجزیہ کیجیے اور رفقائے کار کی شکایات کا جائزہ لیجیے آپ سب کچھ جان پائیں گے۔خود سوچیے اور اپنے مخلص ساتھیوں سے پوچھیے آپ ان شخصی کوتاہیوں کو کیوں کر دور کر سکتے ہیں اور مطوبہ رویوں کی پرورش کس طرح ممکن ہے؟

مذکورہ بالا قائدانہ اوصاف کو اپنی شخصیت میں اجاگر کر کے آپ نہ صرف اپنی استعداد کار(Efficiency) میں اضافہ کر سکتے ہیں بلکہ دستیاب وسائل کو زیادہ بہتر اور موثر انداز میں استعمال کر کے اپنے گھر' دفتر' سکول' مسجد' مکتب' مدرسہ' خانقاہ' دارالعلوم' تنظیم' تحریک' سیاسی و فلاحی جماعت کی کارکردگی میں بھی بے پناہ اضافہ کر سکتے ہیں۔

☆☆☆

قسمت کی کیا شکایت تقدیر کا گلہ کیا؟

حافظ شیخ محمد قاسم

راولپنڈی سے اگر آپ میانوالی جائیں تو تلہ گنگ سے تقریباً 30 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک معروف بزرگ ہیں جن کے مزار کی نسبت سے ایک گاؤں دندہ شاہ بلاول کہلاتا ہے۔ یہ آستان رحمت ہمدانی سادات کی تاریخ میں وہی شہرت رکھتا ہے جو بخاری اور حسینی بھاکری سادات کی تاریخ میں اُوچ شریف کو حاصل ہے، ویسے کوئی آدمی یہ نہ سمجھے کہ مزار کی نسبت محترمہ بے نظیر کے فرزند بلاول کی وجہ سے ہے بلکہ خیال گزرتا ہے کہ محترمہ کو چونکہ مزارات سے عقیدت تھی تو بلاول شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر انہوں نے اپنے بیٹے کا نام رکھا۔ تھوڑا سا میں گھبرا رہا ہوں کہ شاہ جی کی تاریخ میں بے نظیر کا ذکر اچھا نہیں لیکن اب تو پیر سید نصیر الدین شاہ گولڑوی نے حجاب دور کر دیا ہے اور محترمہ کی شان میں انہوں نے جو قصیدہ لکھا ہے اس کے یہ اشعار سادات کے لئے نشانِ امتحان ہیں:

تمام شہر ہیں خاموش ، بند ہیں بازار
اداس تیرے عقیدت گزار بیٹھے ہیں
تُو ایک حُور شمائل ، تُو وہ حیا پیکر
کہ لوگ سر تری سیرت پہ وار بیٹھے ہیں
نکل کے ان کو دکھا دے ذرا جھلک اپنی
تری لحد پہ تیرے جاں نثار بیٹھے ہیں
تُو وہ خطیبہ ، خطابت کو ناز ہے جس پر
تری ہی یاد میں سب دل فگار بیٹھے ہیں
تو اپنی ذات میں کیا بے نظیر بن کے اٹھی
کہ ترے رُعب سے فتنے ہزار بیٹھے ہیں
تو ایک چاند جو ہو تیرگی کے حلقے میں
تو ایک گُل ، کہ ترے گرد خار بیٹھے ہیں
ملے گی تجھ کو شفاعت شفیع محشر کی
پئے دعا صلحائے کبار بیٹھے ہیں
نصیر ان سا زیاں کار کوئی کیا ہو گا
جو آپ اپنے مسیحا کو مار بیٹھے ہیں

بات ہو رہی تھی دندہ شاہ بلاول کی، اس عظیم گاؤں کے بالکل پڑوس میں ایک چھوٹی سی بستی ہے جس کا نام میال ہے۔ ہمارے شاہ جی بھی اس گاؤں میں آتے جاتے رہے ہیں۔ میں نے شاہ جی کی معیت میں میانوالی کی طرف درجنوں سفر کئے ہیں۔ جب بھی آپ میال سے گزرتے ہیں، کچے گھروں کی اس بستی کے سامنے شاہ جی گاڑی سے نکل کر کھڑے ضرور ہوتے ہیں پھر گاؤں کو دیکھتے ہوئے ہمیشہ آب دیدہ ہو جانا ان کا معمول ہے۔ لگتا ہے وہاں اس گاؤں میں شاہ جی کی تاریخ کے کچھ اوراق سمٹے پڑے ہیں، جن میں یادوں کے نقوش جگمگاتے ہیں۔ وہ رات میں کبھی بھول نہیں سکتا، جب ٹبوں ٹیلوں پر بکھری چاندنی میں شاہ جی گاڑی سے نکلے اور میال گاؤں کے سامنے ایک پُھلاہی کے درخت کی اوٹ میں بیٹھ گئے، ہم سفر ساتھی اچھی طرح محسوس کر رہے تھے کہ شاہ جی کے ذہن میں اس گاؤں سے وابستہ کچھ یادیں ہیں جن کی شمعیں جلانے کے لئے آپ سرِ راہ بیٹھ گئے ہیں۔

نگاہ میں ہیں زندگی کی خاص خاص ساعتیں
کہیں کہیں کوئی چراغ جل رہا ہے دیکھیئے!

معمول کے مطابق سب دوستوں نے حلقہ بنایا محفلِ ذکر ہوئی اور ختمی مُرتبت ﷺ کی نعت مجھے پڑھنے کی سعادت ملی۔ اچانک شاہ جی نے بساط رنگ پلٹ دی اور ضیاء الحق نسیم سے کہا کوئی غزل یاد ہے تو سناؤ۔ ضیاء بھائی نے پُر سوز لہجے میں جب اقبال کا کلام سنایا آنکھیں اشکبار ہو گئیں، محفل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی، یہ لمحات ہمارے لئے غنیمت تھے ہم نے شاہ جی سے پوچھ ہی لیا اس گاؤں کے سامنے یہ یادوں کا چراغاں کیا حکمت رکھتا ہے۔ شاہ جی نے مدھم لہجے میں جواب دیا اس بستی میں گزرا ہوا ماضی کا ایک ایک لمحہ درد اور صدموں کی لہروں میں ڈوبا ہوا ہے، میال کے سادات گھرانے سے میں نے ایک بچہ مانگ کر لیا تھا وہ میرے ہاں ہی رہا، پلا، بڑھا، تعلیم حاصل کی، درس نظامی کی راہ لگا اس کی طفلانہ زندگی نے شباب کا جامہ میرے سامنے ہی اوڑھا، درسیات کی تکمیل کی، قائداعظم یونیورسٹی سے پوسٹ گریجوایشن کی، جنرل ضیاء الحق

نے مجھے گرفتار کرنا چاہا تو وہ سندھ کے صحراؤں میں میرا ہمرکاب رہا، پڑھا لکھا، خوبصورت، ادیب، خطیب، محفل باز، زاہد، متقی، سید فرحت عباس شاہ جو میری زندگی میں سائے کی طرح میرے ساتھ رہا۔ میرے غموں اور صدموں میں میری مشکلوں اور مسائل میں وہ تنہا ہی تھا جو غم بانٹتا، ہمت دلاتا اور مجھے خوش رکھنا ہی اس کی زندگی کا منشور تھا۔ وہ گورنمنٹ کے فوڈ ڈیپارٹمنٹ میں اعلیٰ منصب پر فائز ہوا لیکن ایک دن اس نے مجھ سے برملا اجازت مانگ لی کہ یا مجھے رشوت کھانے کی اجازت دیں یا پھر ماں باپ سے امریکہ جانے کی اجازت دلوائیں، محدود سی تنخواہ میں میرا گزارا نہیں، شاہ جی کہتے ہیں مجھے تھوڑی سی مشکل پیش آئی لیکن سید فرحت عباس شاہ کو امریکہ جانے کی اجازت دلوادی۔ شاہ جی سے مزید گفتگو نا ممکن ہوگئی اور فراق اور ہجر کے آنسو محفل میں چھا گئے، اس لئے کہ شاہ جی کا فرحت عباس اب دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔ شاہ جی کے چہرے پر کرب کی گہری چھاؤں نے تجسّس پیدا کیا کہ جانوں سید فرحت عباس شاہ سے شاہ جی کی وابستہ یادوں میں اتنا تعلق کیوں ہے۔ ایک دن پوچھ ہی لیا اور شاہ جی کی بے خبری میں میں نے باتیں ٹیپ میں محفوظ کر لیں۔ شاہ جی کی شستہ تحریریں پڑھنے والوں کو ان کی برجستہ گوئی اور ارتجالاً گفتگو میں الگ سا مزا آئے گا۔ آپ فرماتے ہیں:

سید فرحت عباس میرا دوست، لالہ جی کی نسبت سے سنگی، میرا بہنوئی، ہونہار شاگرد اور میری محبت تھی وہ میرے ساتھ رہنے اور ملنے میں ہمیشہ گرم جوش تھا۔ محفل میں نعت پڑھتا تو نُور کی چادر تان لیتا، ذہن میں اختراع تھی۔ نازک جسم لیکن ہمہ دم متحرک اداؤں میں خرامِ یار کی آمیزش۔ تلاوتِ قرآن حکیم اس سے کبھی نہیں رہی۔ درود شریف روزانہ ایک ہزار بار ضرور پڑھ لیتا۔ ادب میں تخلیق کم تھی لیکن نقد و جرح پر گرفت تھی۔ سید تھا پکا سید یزید کو سناتا تو لعنتی اور پلید بہت ہلکے لفظ ہوتے ویسے بھی اگر وہ کسی کی چٹکی لیتا تو تیز جملوں کا برجستہ استعمال اس کا فن تھا۔ غریب پرور تھا انسان دوست، کیپیٹل پوسٹ (Capital Post) کا ایڈیٹر رہا اور انگریزی خوب لکھتا تھا۔

سید فرحت عباس شاہ کا امریکہ جانا میرے لئے امتحان بن گیا ایک دن اچانک ایک لڑکی بلکہ عورت کی اس نے فون پر مجھ سے گفتگو کرادی۔

''شاہ جی میں عیسائی لڑکی ہوں اور یہاں ایک مقامی یونیورسٹی میں پڑھاتی ہوں آپ سے ایک سوال ہے آپ سیّد ہیں مجھے اُمید ہے رد نہیں فرمائیں گے۔ اگر آپ سید فرحت عباس کو مجھ سے شادی کی اجازت دے دیں تو میں مسلمان ہو سکتی ہوں اور میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی مسلمان ہو سکتے ہیں۔ میں نے کہا ٹریسا! لیکن سید فرحت عباس میرا بہنوئی ہے، میری اجازت سے میری بہن پر کیا گزرے گی۔ اس کے تین بچے ہیں وہ زندہ یتیم ہو جائیں گے۔

لیکن شاہ جی میرے اسلام کا کیا بنے گا؟ ٹریسا نے بجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا ''اچھا میں سوچتا ہوں'' میں نے اپنی بہن شاہدہ سے بات کر لی اور اسے کربلا کے شہزادوں سے لے کر بغداد کے غوث تک سیدوں کی تاریخ یاد کروائی اور فیصلہ کر لیا کہ سید فرحت عباس کو ہمیشہ کے لئے امریکی تہذیب کے قبرستان میں چند لوگوں کے اسلام کی خاطر دفنا دوں۔

میں نے چند لوگوں کے اسلام کی خاطر کچھ لوگوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کی غرض سے سید فرحت عباس شاہ کو امریکہ میں شادی کرنے کی اجازت دے دی۔

امریکا میں سید فرحت عباس کی وجہ سے کچھ لوگوں نے ایک مسجد بھی بنالی اور سعادت مند روحیں حلقۂ بگوش اسلام بھی ہو گئیں لیکن میرا خاندان نفسیاتی الجھنوں، مشاکل اور مسلسل مصائب کی دلدل میں پھنس گیا۔

چراغ حسن حسرت نے کہا تھا:

ناکام تمنا دل اس سوچ میں رہتا ہے
یوں ہوتا تو کیا ہوتا یوں ہوتا تو کیا ہوتا

سید فرحت عباس شاہ امریکہ خوشیوں اور مسرتوں کی چاندنی میں رہنے لگ گیا۔ ایک دن اچانک اس نے فون کیا کہ شاہ جی میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں خود ہی جیسے چارپائی سے آٹھ فٹ اُوپر آ گیا ہوں اور مجھے نیچے سب کچھ نظر آنے لگ گیا ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ میری روح میرے جسم سے جدا ہو رہی ہے۔ شاہ جی میں ولی تو ہوں نہیں شاید میرا آخری وقت قریب ہے مجھے معاف کر دینا۔

دوسرے دن پھر فون آیا شاہ جی خواب میں مجھے ایک جنازہ پڑھنے کا موقع ملتا ہے تو میت کی زیارت کے لئے آگے بڑھتا ہوں تو میّت کی جگہ میں خود ہی ہوتا ہوں۔ اب تو مجھے یقین ہو گیا ہے وقت آ گیا ہے کہ میں آپ سے رخصت ہو جاؤں۔ کیا میرے لئے معافی ہو جائے گی۔ میری وصیت ہے کہ مجھے اپنے قدموں میں جگہ دے دینا۔

پھر چند دن بعد ڈاکٹر ظفر اقبال نوری نے مجھے فون پر یہ افسوسناک خبر سنائی کہ رونقوں، قہقہوں، لطیفوں، ولولوں اور جذبوں کی دنیا میں رہنے

والا فرحت عباس اچانک اُس دنیا میں جا پہنچا ہے۔

کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

سید فرحت عباس شاہ کو شاہ جی کے قدموں میں ان کی وصیت کے مطابق دفنا دیا گیا۔ وہ خوش قسمت ہیں کہ شاہ جی کے والد گرامی اور والدہ محترمہ کے قدمین میں دفن ہونے کی قسمت پائی ہے، لیکن باوجود اس کے کہ شاہ جی صبح شام فرحت کے سرہانے اس کے لئے دست بدعا ہوتے ہیں لیکن ایک کرب سا شاہ جی کی زندگی کا حصہ بن گیا ہے۔

عثمانیہ پر ایک دن شاہ جی نے اچانک کھانے کے لئے مجھے بلایا تو میں نے دیکھا ایک صاف رنگ تیرہ سالہ بچہ آپ کے پاس بیٹھا ہے گول مٹول، خوبصورت، انتہائی پیارا۔ شاہ جی اسے خود کھانا کھلا رہے ہیں۔ پوچھا یہ کون ہے فرمایا میرا دوسرا امتحان سید فرحت عباس کا بیٹا سید بلاول شاہ۔ میں نے غور سے شاہ جی کی موٹی موٹی نرگسی اور شربتی آنکھوں میں اترنے کی کوشش کی جیسے اشکوں اور آنسوؤں کے دریا میں ڈوب سا گیا ہوں۔

شاہ جی فرمانے لگے:

''ہر امتحان تلخی رکھتا ہے

لیکن یتیمی کا امتحان بہت کڑوا، کڑا اور تلخ ہوتا ہے

اے اللہ! زندگی کے امتحانوں میں کامیابی بخش''

اب فرحت عباس شاہ کی تصویریں سید بلاول شاہ، سید فراز اور سیدہ فاطمہ شاہ جی کے لئے امتحان بھی اور کرب بھی بنے ہوئے ہیں۔ اگرچہ سید فرحت عباس کے والد سید اسلم شاہ اور فرحت کے بھائی سوگوار خاندان کے اصل مربی ہیں لیکن شاہ جی پھر بھی بلاول کی آنکھوں میں فرحت ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ نجانے بھیگی پلکوں سے نکلنے والی دعائیں کتنی دردناک کہانیوں کی امین ہیں:

دل دریا سمندروں ڈونگے

مضبوط ایمان مسائل کا حل

انجینئر سرفراز احمد ضیغم

سابق اطالوی صدر فرانسسکو کوسیگا نے کہا ہے کہ امریکہ میں نائن الیون حملے "سی آئی اے" اور "موساد" نے کرائے تھے۔ روزنامہ ایکسپریس اسلام آباد کی 14۔جنوری 2008ء کی خبر کے مطابق فرانسسکو کوسیگا گزشتہ روز اٹلی کے ایک بڑے اخبار "کوریئر یلاسیرا" کو انٹرویو دے رہے تھے، انہوں نے کہا کہ اگرچہ القاعدہ کے سربراہ اُسامہ بن لادن نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملوں کا اعتراف کیا ہے تاہم امریکہ اور یورپین خفیہ اداروں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ان حملوں کی منصوبہ بندی "سی آئی اے" اور اسرائیلی خفیہ ایجنسی "موساد" نے کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ان خوفناک حملوں کی منصوبہ بندی کا مقصد مسلم دنیا کو مضبوط الزامات کے تحت لانا اور عراق اور افغانستان جنگ کے لئے ان کی حمایت حاصل کرنا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے فلائیٹ سیکورٹی اور راڈار پر تعینات عملے کی صفوں میں گھسے بغیر پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچائے جاسکتے تھے۔ سابق اطالوی صدر فرانسسکو کوسیگا کے مذکورہ بالا بیان پر تبصرہ کرنے کا اصل اور صحیح حق تو متعلقہ ممالک یا ان کی خفیہ ایجنسیوں کا ہے، لیکن جو کچھ انہوں نے مسلم دنیا کو مضبوط الزام کے تحت لا کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی بات کی ہے اس کے اثرات ہم سقوطِ کابل اور سقوطِ بغداد کی صورت دیکھ چکے ہیں اور لاکھوں مسلمانوں کے لاشے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی مشترکہ اور مسلح افواج کی کارروائیوں سے تڑپتے رہے۔ ہنوز دہشت گردی اور دیگر سفاکانہ سرگرمیوں کا سلسلہ پوری شدو مد سے جاری وساری ہے۔ یہ امر بھی طے ہے کہ اطالوی صدر نے مذکورہ بیان اس وقت دیا ہے جب ان کے نام کے ساتھ لفظ "سابق" جُڑ چکا ہے۔ سلسلہ ہٰذا میں ان کے کیا مقاصد ہیں وہی خوب جانتے ہوں گے ہمیں تو صرف اتنا علم ہے کہ غیر مسلموں کے مسلمانوں کے بارے میں مثبت یا منفی گفتگو کے بعد جو اثرات مرتب ہوتے ہیں یا جو نتائج سامنے آتے ہیں وہ کسی بھی نئی قیامت سے کم نہیں ہوتے۔ مزید براں اس بات، اثرات یا نتائج کا علم عام مسلمانوں سے زیادہ اسلامی ممالک کے سربراہان کو ہوتا ہے لیکن ردِعمل کا ندارد ہونا دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے سوالیہ نشان ہوتا ہے۔ مسلمانانِ عالم کی اکثریت ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی کے اسباب اور تباہ کرنے والوں سے کورے کاغذ کی طرح نابلد ہے مزید یہ کہ بربادی ان کا مقدر ضرور بنی ہوئی ہے۔ ہمیں طالبان کے لیڈر ملا عمر، اُسامہ بن لادن اور صدر صدام حسین سے یا ان کے معاملات سے کبھی دلچسپی نہیں رہی۔ نیز یہ لوگ اُمت مسلمہ کے کبھی بھی متفق علیہ ترجمان نہیں رہے، البتہ افغانستان اور عراق میں عام لوگوں کی ہلاکتیں ہمیشہ باعثِ دکھ اور باعثِ تشویش رہیں۔ اسرائیل کو امریکہ کی زبردست آشیر باد حاصل ہے جس کے بل بوتے پر اسرائیلی یہودیوں نے فلسطین کے مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ چور بھی کہے چور چور کے مصداق امریکہ نے اپنی عالمی غنڈہ گردی اور بین الاقوامی دہشت گردی کو چھپانے کے لئے اپنے ہی کارندوں کے ذریعے ایسے اقدامات کئے کہ مسلمان ان کو دہشت گرد نظر آنے لگے۔ چوری دیکھیئے اور سینہ زوری دیکھیئے، کہتے ہیں کہ منافق اپنی منافقت کو ہمیشہ چھپا نہیں سکتا بلکہ اس کی اکثر منصوبہ بندیاں اکثر اوقات بلنڈر ثابت ہوتی ہیں۔ بقول فرانسسکو کوسیگا کے، اگر ورلڈ ٹریڈ سنٹر امریکن سی آئی اے یا اسرائیلی موساد نے منصوبہ بندی کے ذریعے تباہ کروائے تھے اور امریکہ اس کی تردید کرتا ہے تو اس کی یہ تردید بالخصوص پاکستان کے وارے میں ہوگی۔ امریکہ نے یہ رٹ لگا رکھی ہے کہ پاکستان کے جوہری اثاثے محفوظ ہاتھوں میں نہیں لہٰذا وہ اس کی حفاظت کرنے کے لئے تیار ہے، لیکن غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے کہ جو امریکہ اپنی املاک کو تباہ ہونے سے نہ بچا سکا وہ ہمارے اثاثہ جات کی حفاظت کیونکر کر سکے گا" تجھے پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تُو" امریکہ کو پاکستان سے پیار ہے۔ اس کے دفاع کو وہ ضروری سمجھتا ہے اور وہ پاکستان کے ساتھ ساتھ پاکستانیوں کا خیر خواہ ہے۔ کیا یہ سچ ہے یا خوفناک پلان؟ اس کا فیصلہ قارئین کرام کردیں اور خوب غور وخوض سے کریں۔ وطن عزیز پاکستان کے شب وروز عرصہ دراز سے بحرانوں کی زد میں ہیں۔ ہم دہشت گردی کی زد میں ہیں لیکن دہشت گرد کہلوائے جاتے ہیں۔ کرپشن ہم پر مسلط کردی گئی لیکن کرپٹ کے نام سے موسوم ہیں۔ میانہ روی کا درس دینے والے ہیں لیکن انتہا پسندی ہمارے گلے کا طوق بن گیا ہے۔ یہ قصور کس کا ہے؟

"کُج شہر دے لوک وی ظالم سن کُج سانوں مرن دا شوق وی سی"

پاکستان ایک زرعی ملک ہے۔ ریکارڈ گندم کی پیداوار کا حامل ہے۔ لیکن آج کل آٹے کا بدترین بحران درپیش ہے۔ ریکارڈ گندم کو آسماں نگل گیا یا زمین کھا گئی، مجھے اس موقع پر بدری لالہ رہ رہ کر یاد آرہا ہے جو گھاٹے کا سودا گر تھا۔ وہ کہتا تھا کہ "میرا سودا مہنگا ضرور ہوتا ہے لیکن ہوتا زبردست ہے" جواباً لوگ اسے کہتے تھے کہ تمہارا سودا مہنگا ضرور ہوتا ہے لیکن ہوتا کسی کام کا نہیں۔ بدری لالہ لوگوں سے مہنگے داموں ادھار کی بھینسیں خرید کر نقد داموں سستی بیچ دیتا تھا۔ پہلے مرحلے میں دونوں فریق بہت خوش ہوتے تھے لیکن بعد ازاں۔۔۔۔۔۔! ہمارے حکمرانوں نے ریکارڈ گندم سستے داموں برآمد کی اب مہنگے داموں درآمد کر رہے ہیں۔ امریکہ کو پاکستان کے جوہری اثاثوں کی فکر لاحق ہے لیکن مصنوعی قحط کے سبب پاکستانیوں کی روٹی کی فکر نہیں کرتا۔ اسے چاہیئے کہ اپنے من کے گند کو چھپانے کے لئے اس گندم کا عشر عشیر پاکستان بھیج دے جسے وہ سمندر میں پھینک دیا کرتا ہے۔ ہم سادہ لوگ ہیں اس طرح اس کے چنگل میں آسانی سے پھنس جائیں گے۔ کیونکہ جس کا کھائیں اسی کے گیت گائیں اور دوسرا بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ہمارے حکمرانوں کے پاس امریکہ کے ساتھ دوستی کا مضبوط ثبوت آجائے گا پھر ہر سُو

امن وامان کے پھریرے لہلہائیں گے۔ ہمارے ہاں کوئی قتل نہیں ہوگا، کوئی خودکش حملہ نہیں ہوگا، کسی مسجد یا امام بارگاہ کے گردونواح میں سنگینوں سے لیس پولیس والوں کو پہرہ دینے کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ وہی پولیس والے جن مساجد وامام بارگاہوں کے پہرہ دار تھے اب اگلی صفوں کے نمازی ہوں گے۔ مذہبی منافرت کا خاتمہ اس حد تک نظر آئے گا کہ اہل تشیع اور ان کو کافر کہنے والے ایک دوسرے کی عبادت گاہوں میں ہم آہنگی پیدا کرتے ہوئے نظر آئیں گے اور سب سے مزے کی بات یہ کہ امریکہ آنا جانا اتنا آسان ہوگا جتنا لاہور اور کراچی، البتہ امریکہ کی مفت گندم مال مفت دل بے رحم کے مصداق کھانے سے ایمانیات کی خیر منانے کا لامتناہی سلسلہ ضرور شروع ہوگا، البتہ امریکہ کی گندم کا احسان اتارنے کا ایک طریقہ موجود ہے۔ ہم مہنگائی اور بے حیائی میں اتنے خودکفیل ہیں کہ ثانی نہیں رکھتے، امریکہ کو راضی کرلیں اور یہ دو تحفے ان کو ایکسپورٹ کردیں۔

جماعت اہل سنت پاکستان کی مرکزی شوریٰ کا ایک اہم اجلاس

محمد زبیر اعوان

شوریٰ نے 9 مارچ کو ہونے والی سنّی کانفرنس کو حسب پروگرام کرنے کا فیصلہ سنا دیا

12۔جنوری 2008ء ہفتہ 2 محرم الحرام 1429 ھجری کا دن جب طلوع ہوا تو ہزارہ ڈویژن کا تین گاڑیوں پر مشتمل اراکینِ مرکزی مجلسِ شوریٰ کا ایک قافلہ جماعت اہل سنت پاکستان کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کے لئے موٹروے پر عازمِ سفر تھا، یہ اجلاس انتہائی اہم ایجنڈے پر مشتمل تھا۔ جوسنی سیکرٹریٹ لاہور میں مرکزی امیر محترم علامہ سید مظہر سعید شاہ کاظمی مدظلہ العالی کی ہدایت پر مرکزی ناظمِ اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان محترم علامہ سید ریاض حسین شاہ نے بلوایا تھا اور انتہائی دانشمندی اور بہترین قائدانہ صلاحیت کے ساتھ مرکزی قائدین نے اجلاس کے لئے بھیجے جانے والے مختصر سے دعوت نامے میں بھی ایجنڈے کو اس خوبصورت انداز والفاظ سے ڈھانپ لیا تھا کہ بظاہر دعوت نامے میں کوئی چونکا دینی والی بات نہیں تھی، مگر پورے ملک سے آنے والے ہر وہ شخص جو اجلاس میں شرکت کے لئے آرہا تھا، اس امر پر سخت پریشانی اور گہری سوچوں کا شکار محسوس ہو رہا تھا کہ نہ جانے آج کیا فیصلہ ہوگا؟ یہی وجہ تھی کہ ہزارہ ڈویژن کا قافلہ بھی جب چکوال انٹرچینج سے باہر نکل کر اجتماعی ناشتہ کرنے کے لئے موٹروے اور تلہ گنگ چکوال روڈ کے سنگم پر واقع ایک سادہ سے چارپائیوں والے ہوٹل پر بیٹھا۔تو ہر شخص اسی صورتحال پر تبصرہ کر رہا تھا کہ جماعت کی مرکزی قیادت نے 9۔مارچ 2008ء کو لیاقت باغ روالپنڈی میں ''سُنی کانفرنس'' کرنے کا اعلان کیا ہوا ہے اور 27۔دسمبر 2007ء کو پاکستان پیپلز پارٹی کی چیئر پرسن محترمہ بے نظیر بھٹو کو مبینہ طور پر خودکش حملے یا فائرنگ کے نتیجے میں جاں بحق کر دیا گیا ہے۔ پورے ملک میں ہنگامے پھوٹ پڑے ہیں، لاہور اور کراچی کے علاوہ پشاور میں بھی خودکش حملوں کی وارداتیں ہو چکی ہیں۔حکومت نے انتخابات کو بھی مؤخر کر کے 18۔فروری 2008ء کو کرنے کا اعلان کر دیا ہے اور اس اعلان پر بھی غیر یقینی سی صورتحال ہے اور دیگر بھی کئی ایسی وجوہات سامنے لائی گئیں۔جن کے پیش نظر ان تمام شرکاء اجلاس نے متفقہ طور پر طے کیا کہ صوبہ سرحد کی طرف سے یہ متفقہ مطالبہ ہوگا کہ سُنی کانفرنس مؤخر کر کے اکتوبر کے قریب منعقد کرنے کا اعلان کیا جائے۔تاہم ایک بے نام اور نااہل شخص نے شرکاءِ کارواں کو یہ بتا دیا تھا کہ کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ ہم سوچ کر کچھ اور جاتے ہیں اور اجلاس میں جا کر ہم کچھ اور کہنے لگ جاتے ہیں۔مگر یہ طے پایا کہ صوبہ سرحد کے ناظم اعلیٰ علامہ محمد بشیر القادری، ہزارہ ڈویژن کے امیر شاہ محمد کمال کاظمی اور علامہ حافظ عمر فاروق سعیدی صوبائی چیف آرگنائزر صوبہ سرحد جیسے بلند پایہ لوگ اپنا مؤقف وہاں پر کھل کر بیان کریں گے۔ یہ علیحدہ بات تھی کہ ہر شخص اپنے اپنے طور پر بھی سوچوں میں غوطہ زن تھا کہ جن میں ایک گمنام شخص بھی تھا، جو اگرچہ اپنی خاندانی وجاہت، عالی رتبے اور علمی استطاعت کے حوالے سے اس قابل نہیں ہے کہ اتنے بڑے لوگوں میں بیٹھ کر گفتگو کرنے یا اس پر سوچنے کا بھی کام صحیح طریقے سے کر سکے مگر ایک مردِ قلندر کے اعتبار نے اسے اتنا معتبر کر دیا تھا کہ مرکزی انتظامیہ اور مرکزی شوریٰ کے اجلاسوں میں بھی وہ بیٹھ سکتا تھا اور ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص کسی پر اعتبار کر لیتا ہے اور اسے اپنا نائب بنا کر کہیں بھیج دیتا ہے۔تو اس کی رکھوالی بھی کرتا ہے۔اس کی اصلاح کا ذمہ بھی اسی کے پاس ہوتا ہے اور اس کی سوچوں کو مثبت دھارے کی طرف موڑنا بھی اسی کی نگاہِ عنایت کا کمال ہوتا ہے، اسی لئے یہ گمنام شخص بھی سوچ رہا تھا کہ ماہِ محرم الحرام شروع ہو گیا ہے اور کبھی کربلا کی طرف دعوت کوفیوں نے دی تھی اور امام حسین ﷺ اپنے مختصر قافلے کو لے کر نکل پڑے تھے اور آج سُنی کانفرنس کی تجویز ایک سیدزادے اور امام حسین ﷺ کے اس لختِ جگر نے دی ہے، جس کی ریش مبارک کو دیکھ کر آستانہ عالیہ طوری شریف ایبٹ آباد کے ایک مردِ قلندر سید غلام مصطفیٰ شاہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ داڑھی مبارک مجھے مولا علی ﷺ کے چہرۂ انور جیسی لگتی ہے، جیسی داڑھی سید ریاض حسین شاہ کی ہے اور راقم الحروف کے سامنے وہ حضور قبلہ سید ریاض حسین شاہ کی ریش مبارک پر آخری ایام میں بھی بوسہ دیتے نظر آتے تھے، تو کیا آلِ رسول کی دعوت مؤخر ہو جائے، جبکہ مرکزی ناظم اعلیٰ یہ بھی فرماتے نظر آئے کہ اس کانفرنس کو ملتوی کرنے یا منعقد کرنے کا فیصلہ مرکزی شوریٰ خود کرے گی اور پھر وہ وقت آیا کہ جب صوبہ سرحد کا قافلہ اجلاس میں پہنچا، تو اجلاس بھرپور شرکت سے حضور قبلہ سید مظہر سعید کاظمی شاہ کی صدارت میں جاری تھا اور مرکزی ناظم اعلیٰ تنظیمی عہدوں اور ان کی ذمہ داریوں پر گفتگو فرما رہے تھے جس سے یہ تاثر ابھر رہا تھا کہ وہ اس مرتبہ اپنے نائب ناظمین سے بھی اور دیگر عہدیداران سے بھی صحیح کام لینا چاہتے تھے۔ وہ نائبین، ناظمین خدمت خلق اور صوبائی ذمہ داران کے علاوہ ہر سطح پر عہدیداران کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ وہ اپنی تنظیمی ذمہ داریوں کو محسوس کریں اور ان کی ادائیگی کا اہتمام کریں پھر شاہ جی کی گفتگو نے رخ موڑا۔ انہوں نے فرمایا کہ ملکی حالات حاضرہ پر گفتگو کرتے کرتے بہت سے شرکاء اجلاس کی خود ہی ترجمانی کرنے لگے۔ انہوں نے فرمایا کہ ملکی حالات اگرچہ بہت خراب ہیں، مگر ہم فیصل آباد کی سنی کانفرنس ختم کر کے پہلے ہی احساس ندامت سے دوچار ہیں۔ہم کب تک امن کا انتظار کرتے رہیں گے؟ اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ جب سنی کانفرنس کی نئی تاریخ رکھی جائے گی تو کیا اس وقت ماحول ساز گار ہوگا۔انہوں نے پوچھا کہ جن لوگوں پر حملے ہو رہے ہیں کیا انہوں نے اب عوامی اجتماعات ختم کر دیئے ہیں؟ یا حکومت نے اب رکاوٹیں ڈالنی بند کر دی ہیں؟ اور کیا صرف ہم ہی رہ گئے ہیں کہ ہم حکومتوں کے ساتھ یک طرفہ تعاون کی پالیسی ہی جاری رکھیں؟ انہوں نے اعلان

کیا کہ اگر شوریٰ نے فیصلہ کیا کہ سنی کانفرنس اپنے وقت اور اپنے مقام پر ہی کرنی ہے تو حکومت پورے ملک سے کسی کو نہ آنے دے۔ میں امام حسین ؓ کی اولاد ہوں اور اکیلا ہی اپنے بیٹوں، بھتیجوں اور برادری کو لے کر اس جگہ ضرور جاؤں گا اور نعرہ حق بلند کروں گا۔ مگر حسین ؓ کے خون کو بدنام نہیں ہونے دوں گا۔ یہ بھی واضح کر دیا کہ میں نے اشتہارات بھی چھپوا لیے ہیں، جو نمونے کے طور پر ہیں۔ اصل تعداد بعد میں چھپوائی جائے گی اور رسالے ''دلیل راہ'' میں اشتہار بھی شائع ہو چکا ہے، لیکن اسکے باوجود اگر شوریٰ یہ فیصلہ کرتی ہے کہ یہ کانفرنس نہ ہو تو شوریٰ کی مشاورت کو تسلیم کروں گا۔۔۔۔ جوں جوں حضور قبلہ شاہ صاحب گفتگو فرماتے جا رہے تھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے منظرِ کربلا ہو، امام حسین ؓ اپنے ساتھیوں سے فرما رہے ہوں کہ تم واپس جانا چاہتے ہو تو جاؤ، مگر میرا پروگرام اپنے دین کا پرچم بلند کرنا ہے، مگر ساتھیوں کی مشاورت بھی مان رہے ہوں اور پہلے مسلم بن عقیل ؓ کو روانہ کر رہے ہوں، مگر آج منظر ذرا مختلف تھا۔ آج دعوت کوفیوں کی نہیں تھی، خود آلِ رسول کی تھی۔ کل ساتھی دور تھے، آج ساتھیوں کی جماعت موجود تھی۔ کل قربانی حسین ؓ کی دین کو ضرورت تھی، آج پیغام حسین ؓ کو دنیا کے سامنے پیش کرنا تھا۔ گویا کل امام حسین علیہ السلام نے جو قربانی دی تھی آج امام کے بیٹوں اور پیروکاروں نے دنیا کو بتانا تھا کہ آج حسین ؓ تنہا نہیں ہیں۔ آج دنیا میں جہاں بھی نظر دوڑاؤ گے تمہیں حسینی خون نظر آئے گا۔ گویا آج کے افراتفری کے دور میں جبکہ عالم اسلام کو بدنام کرنے کے لئے یہود و نصاریٰ نے میڈیا کے ذریعے ایسے مسلم لیڈرز متعارف کر دیئے ہوں، جن کی حرکتوں سے مسلمان صرف اپنا سر شرم سے جھکا سکتے ہیں اور حسینی خون جب بھی نظر آئے میڈیا اسے نظر انداز کرنے پر تل جائے، تو گویا ضرورت تو اب ہوئی کہ امت مسلمہ کی وہ تصویر عالم اسلام اور غیر مسلموں کے سامنے رکھی جائے کہ یہ اُمت تو اپنے آقا ﷺ کی محبتوں کا صرف فیض بانٹنے آئی ہے۔ یہ دین دہشت گردوں کا نہیں، بلکہ انسانیت سے پیار کرنے والوں کا دین ہے۔ اور 9۔ مارچ کو راولپنڈی شہر میں صرف اپنے نبی ﷺ کی محبتوں کے ترانے پڑھنے والے ہوں گے، جن کے ہاتھوں میں گولے اور بارود نہیں بلکہ عشقِ مصطفےٰ ﷺ کے جھنڈے ہوں گے اور سینوں پر یا رسول اللہ ﷺ کا بیج لگا ہوگا اور وہ اپنی جماعت اہل سنت پاکستان کے قائدین سے جو دونوں کے دونوں آلِ رسول ﷺ میں سے ہیں ان سے نئی محبتوں کی پالیسی سن رہے ہوں گے۔ تو کیا یہ کانفرنس ملتوی کر دی جائے، شاہ صاحب کی گفتگو جاری تھی اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ دل دھل رہے تھے اور ماحول محبتِ آلِ رسول ﷺ کے رنگوں سے سج رہا تھا، شاہ صاحب نے فرمایا کہ اب بات صوبوں کے قائدین سے شروع ہوگی اور قائدین میں اختلاف نظر آیا تو بات ڈویژنوں تک لائی جائے گی وہاں بھی اتفاق نہ ہوا تو ضلعی قائدین کو شامل کیا جائے گا اور آپ نے پنجاب کے امیر صاحبزادہ خالد محمود صاحب کا نام مشاورت کے لئے پیش کر دیا جو تنظیمی اخلاص اور صحبتوں سے قرین تنقید بھی کرتے ہیں اور توصیف بھی، اور ان کے بارے میں یہ تاثر پھیلا نظر آ رہا تھا کہ وہ سُنّی کانفرنس کے التواء کی کوشش کریں گے، مگر یہاں تو بات ہی کچھ اور چل پڑی تھی۔ صوبہ سرحد کے علامہ محمد بشیر القادری جنہیں ٹاسک دیا گیا تھا کہ وہ کانفرنس ملتوی کرانے کی بات کریں گے۔ وہ بھی اور ساتھ سندھ سے ڈاکٹر عبدالرحیم، بلوچستان سے صاحبزادہ خالد سلطان ہی کیا بلکہ اسلام آباد والے بھی آلِ رسول کی محبتوں کے بندھن میں بندھ گئے اور سب نے متفقہ طور پر سُنّی کانفرنس 9۔ مارچ کو لیاقت باغ میں دونوں سید زادوں کی معیّت میں کرنے کا ایسے اعلان کیا کہ یوں لگا کہ امام حسین علیہ السلام آج اپنی پوری روحانی قوتوں کے ساتھ جماعت اہل سنت پاکستان پر سایہ کر چکے تھے۔ امداد الٰہی کے دروازے کھل چکے تھے، نظرِ عنایت کا فیضان گنبدِ خضریٰ سے اُمڈ نے چلا تھا اور آقا ﷺ کی خوبصورت مسکراتی نظریں اپنے اُمتیوں کے جذبوں اور آلِ رسول ﷺ سے محبتوں کو دیکھ دیکھ کر اپنے تبسم کو مزید وسعت دے رہی ہوں۔ اسی لئے تو جب شاہ صاحب نے تمام شرکاء اجلاس کو رائے شماری کے لئے ہاتھ بلند کرنے کو کہا تو سب ہی ہاتھ سُنّی کانفرنس کے حق میں اٹھ گئے تھے اور یہ پتہ چل گیا تھا کہ جماعت کی تمام ذیلی قیادتیں اپنی مرکزی و صوبائی قیادتوں پر بھی بھرپور اعتماد رکھتی ہیں اور یہیں پر مرکزی امیر محترم علامہ پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی مدظلہ العالی کا ہاتھ بھی اٹھا ہوا نظر آ رہا تھا، جن کے پہلو میں جناب امجد علی چشتی مرکزی چیف آرگنائزر بھی تائید کنندگان میں شامل تھے، تو دوسری طرف حاجی حنیف طیب رکن سپریم کونسل کا ہاتھ بھی تائیدی چمک دکھا رہا تھا۔ اس چمک میں سُنّی کانفرنس کے انتظامات کے لئے 5۔ لاکھ روپے کے عطیئے کا اعلان بھی نظر آ رہا تھا، جو امید ہے کہ اب تک مرکزی قیادت کے پاس پہنچ گیا ہوگا، اس موقع پر بہت سے شرکاء کرام بھی جب عطیات کا اعلان کرنے لگے تو پنجاب کے ناظم اعلیٰ مفتی اقبال چشتی نے اپنی طرف سے 25۔ ہزار روپے کا اعلان کر کے اجلاس کو یہ پیغام بھی دیا کہ عطیہ اتنا ہی اعلان کیا جائے جتنا اگلے ہفتے دس دنوں میں ادا ہو جائے، کہیں ادائیگی قیامت تک مؤخر ہی نہ کر دی جائے۔ مرکزی امیر محترم حضرت علامہ پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی کے صدارتی کلمات کے ساتھ جب اجلاس اختتام پذیر ہوا تو چونکہ اکثریتی شرکاء کرام مسافر تھے اس لئے انہیں یہ بھی سہولت دی گئی تھی کہ وہ نمازِ ظہر اتنی دیر سے پڑھیں کہ چند لمحوں کے بعد ہی وہ عصر پڑھ کر واپسی کے سفر پر روانہ ہو سکیں۔ جس پر اکثر شرکاء ناراض بھی نظر آتے تھے اور دبے لفظوں میں یہ مطالبہ بھی سننے میں آیا کہ اگر امام کے

انتظار کی سنت کا مزہ ہوتو نماز لیٹ کرنے میں بھی مزہ آتا ہے لیکن اگر امام موجود ہوتو ان کے ہوتے ہوئے وقت پر ادائیگی نماز کا لطف بھی اگر میسر ہوتو کیا بات ہے۔

ہم سے نہ رقم ہوں گے قصیدے یزید کے
ہم لوگ تو حسین کے سیرت نگار ہیں

صاحبزادہ حسنات احمد مرتضے

یورپ میں اسلام قبول کرنے والے جرمن اور دوسرے یورپین عاشورہ کے موقع پر شہدائے کربلا کی محافل میں شریک ہوتے ہیں اور اپنے گھروں میں لنگر پکا کر تقسیم بھی کرتے ہیں، کسی نومسلم کو اہل بیت کے شہداء کی یادوں میں کھانا بانٹتے دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خانوادۂ رسول کی محبت میں کتنی برکت رکھی ہے اس لئے کہ قبول اسلام سے پہلے یورپ والے تو گھر آئے مہمان کو کھانا کھلانا تو دور کی بات ہے کافی اور چائے بھی بڑی مشکل سے ہی پوچھتے ہیں لیکن عاشورہ کے موقع پر یہ اہتمامات اہل بیت کی کرامت اور فیضان کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ خاندانِ رسول کی عظمتوں کا چرچا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ قرآن مجید اور لسانِ وحی ترجمان سے صادر ہونے والے فضائل اہل بیت ہر دور کے لئے رہنما اصول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان فضائل وکمالات کے ساتھ نبیرہ مصطفےٰ کی عظیم قربانیوں کی داستان اُمت مسلمہ کے لئے ناقابل فراموش ہے، اس لئے کہ ہر انداز سے اسلام کو تقویت اور فروغ دینے میں اہل بیت کی مثال نہیں ملتی۔ اس کی واضح مثال امام حسن پاک ﷺ کا مسلمانوں کو قتل وغارت سے بچانے کے لئے خلافت سے مستعفی ہوجانا اور امام حسین پاک ﷺ کا شریعت مطہرہ کے مسلمہ اصولوں کے قیام کے لئے اپنی اور اپنے خاندان کی قربانی پیش کرنا ہے۔ امام عالی مقام ﷺ کی قربانی نے رہتی دنیا تک یہ پیغام دیا ہے کہ جان جاتی ہے چلی جائے لیکن حق کے اصولوں پر سودے بازی نہ کرو، دین اسلام پر اپنی گرفت ڈھیلی نہ ہونے دو، باطل نظام کو قبول نہ کرو، طاغوتی اور شیطانی قوتوں کے خلاف برسرپیکار رہو جاؤ، شریعت مطہرہ کے حلال کو حرام میں اور حرام کو حلال میں تبدیل نہ ہونے دو، صبر کو اپنا شیوہ بنائے رکھو، قرآن سے تعلق کمزور نہ ہونے دو، تلواروں کے سائے میں بھی قیامِ صلوٰۃ کے پابند رہو، باطل کی حکومت قبول نہ کرو، نظام اسلام اور نظام مصطفےٰ ہی کو اپنی دائمی منزل بنائے رکھو۔

چودہ سو سالہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اکسٹھ ہجری سے لے کر اب تک امام حسن ﷺ اور شہدائے کربلا ﷺ کی قربانیوں کو سراہا جاتا رہا ہے اور سلام عقیدت پیش کیا جاتا رہا ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ تک جاری رہے گا۔

دنیا کے کونے کونے میں اہل بیت اطہار کا فیضان ہے۔ محرم شریف کے مقدس ایام میں حق وباطل کے معرکہ کربلا کی یادیں اپنے عروج پر ہوتی ہیں۔ کوئی تلاوت کرکے، کوئی عظمت اہل بیت قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کرکے، کوئی یزیدیوں کے ظلم وستم کی مذمت کرکے، کوئی ختم دلوا کر، کوئی لنگر تقسیم کرکے اور کوئی پانی کی سبیل لگا کر گویا ہر کوئی اپنے اپنے انداز سے شہدائے کربلا کی یاد میں نذرانہ عقیدت پیش کرتا ہے۔

یورپ کے مختلف ممالک انگلینڈ، بیلجیئم، اٹلی، ہالینڈ، اسپین، جرمن اور دیگر مقامات پر شہدائے کربلا کی یادوں میں محافل کا انعقاد ہر سال ہوتا ہے، اسٹیٹ گارڈ کی پاکستانی مسجد میں شیخ منیر احمد، سید خرم شاہ اور ان کے رفقاء نے محفل شہدائے کربلا کا اہتمام کیا، جہاں حال ہی میں ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی کے فارغ التحصیل علامہ محمد الیاس صاحب پاکستان سے جرمنی تشریف لائے ہیں۔ ادارہ تعلیمات اسلامیہ سے فارغ ہونے والے علماء کرام علوم اسلامیہ (درس نظامی) کے ساتھ یونیورسٹی سے ماسٹرز کی ڈگری حاصل کرکے ملک اور بیرونِ ملک اپنی خدمات کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ فضائل اہل بیت کے حوالے سے مولانا محمد الیاس صاحب کی زیرسرپرستی پہلی محفل کا اہتمام ہوا۔ محفل کے آغاز میں شرکاء نے قرآن مجید کی تلاوت اور درود شریف پڑھنے کی سعادت حاصل کی، محمد ظفر اقبال نوری نے نعت پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ علامہ محمد الیاس نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نجات کا دارومدار اہل بیت سے محبت میں ہے۔ شہدائے کربلا کا پیغام یہ ہے کہ ہر دور کے یزید کو للکارا جائے اور اپنا تن، من اور دھن قربان کرکے آقا ﷺ کے دین کے علم کو بلند رکھیں۔ انہوں نے کہا کہ فرقہ واریت کے طوفان اور بدعقیدگی کی آندھیوں نے ہمیں اس انداز سے گھیر لیا ہے کہ آج اُمت مسلمہ میں یہ مرض بھی بڑھتا جارہا ہے کہ اہل بیت کی محبت کا تذکرہ کرنے والوں کو غیر سُنّی کا لیبل لگا دیا جاتا ہے۔

کرتی ہی رہے گی پیش شہادت حسین کی
آزادی حیات کا یہ سرمدی اصول
چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

میونخ جامع مسجد صوفیاء میں محفل عظمت اہل بیت میں اسامہ احمد، نور علی شاہ، نوشیرواں علی، محمد عمران، محمد اقبال خان اور محمد تنویر بٹ نے تلاوت اور بارگاہ رسالت میں نعت شریف اور بارگاہ حسنین میں منقبت پیش کی۔ راقم نے "قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی" کی روشنی میں اہل بیت کی عظمتوں کا تذکرہ کیا۔ نجم علی، مصطفےٰ قاسمی اور محسن قاسمی نے جرمن زبان میں خطاب کا ترجمہ کیا۔ محفل میں اہل بیت سے محبت کرنے والے مرد وخواتین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ آخر میں محمد خوشحال خان اور ان کے ساتھیوں نے شرکاء کی خدمت

میں لنگر حسینی پیش کیا۔

ہم سے نہ رقم ہوں گے قصیدے یزید کے
ہم لوگ تو حسین کے سیرت نگار ہیں

اسی طرح فرینکفرٹ میں سید ہارون شاہ، مولانا عبدالواحد اور مولانا صدیق مصطفائی نے ختم شہدائے کربلا کی محفل سے خطاب کیا، محفل کے بعد فرینکفرٹ سے ملحق شہر اوفن باغ میں ایک اور مسجد و مدرسہ کے لئے جگہ دیکھی گئی، یاد رہے کہ اوفن باغ میں کافی عرصہ سے ایک اہل سنت کے مرکز کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ ویس بارڈن میں مفتی عمران سعید، نیورن برگ میں قاری محمد طیب سیالوی، برلین میں صاحبزادہ عابد حسین عابد نے اور ہالینڈ کے شہر ایمسٹرڈم میں مولانا سجاد قادری نے محافل شہدائے کربلا میں خطاب کیا۔ اٹلی میں راجہ خادم حسین نے اپنے گھر میں محفل پاک کا انتظام کیا۔

جماعت اہل سنت ملتان ڈویژن

کا تربیتی کنونشن اور عظیم الشان امن کانفرنس

قاری فیض بخش رضوی ناظم ملتان ڈویژن

جماعت اہلِ سنت پاکستان سوادِ اعظم واہلِ سنت جماعت کی واحد نمائندہ دینی وروحانی جماعت ہے۔ جو نہ صرف وطن عزیز بلکہ پوری دنیا میں غلبۂ اسلام، اُمت مسلمہ کے مسائل کے حل اور مذہب کی تبلیغ اور ترویج واشاعت کے لئے سرگرم عمل ہے۔ اہل سنت کی تاریخ جہد ومساعی اور ابتلاء وآزمائش کی زندہ پائندہ تاریخ ہے۔ ہمارے اکابر نے بے پناہ قربانیاں دیں، قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں، ہر آمر وجابر قوت سے ٹکرائے لیکن کبھی باطل سے سمجھوتہ نہ کیا اور کسی جابر وظالم کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ یہ ہمارے اسلاف تھے، جنہوں نے حالات کی نامساعدت اور ماحول کی ناموافقت کی پروا کئے بغیر ہر دور میں حق وصداقت کا علم بلند کیا۔ جب برصغیر میں فرنگی سامراج نے اپنے ناپاک قدم رکھے تو یہ اہل سنت کے علماء ومشائخ ہی تھے۔ جنہوں نے حالات کی نامساعدت اور ماحول کی ناموافقت کی پرواہ کئے بغیر ہر دور میں حق وصداقت کا علم بلند کیا۔ جب برصغیر میں فرنگی سامراج نے اپنے ناپاک قدم رکھے تو یہ اہل سنت کے علماء ومشائخ ہی تھے، جنہوں نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔ تحریک آزادی میں قربانیاں دیں، کالے پانی کی جان لیوا اسیری برداشت کی، دار ورسن کا سامنا کیا، پوری استقامت وعزیمت کے ساتھ تختہ دار پر جھول گئے اور اپنی لازوال قربانیوں کی انمٹ تاریخ اپنے خون سے رقم کی۔ ان اکابر میں امام حریت مولانا فضل حق خیر آبادی، حضرت مفتی عنایت احمد کاکوروی اور مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی اور ایسے دوسرے زعماء کے نام جگمگا رہے ہیں۔

بنا کر دند خوش رسمے بخاک خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

تحریکِ پاکستان اہل سنت کے علماء ومشائخ کی قربانیوں سے عبارت ہے۔ ہمارے بزرگوں نے تحریک پاکستان میں ہراول دستے کا کام کیا اور اس تحریک کو اپنی شبانہ روز مساعی سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر سُنی علماء ومشائخ تحریکِ پاکستان میں مجاہدانہ کردار ادا نہ کرتے تو دنیا کے نقشے پر ایک آزاد خود مختار نظریاتی اسلامی مملکت کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوتا۔ جماعت اہل سنت پاکستان اپنے مرکزی امیر جانشین امام اہل سنت مظہر غزالی زماں حضرت سید مظہر سعید شاہ صاحب کاظمی اور مرکزی ناظم اعلیٰ مفکر اسلام، مفسر قرآن حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کی ولولہ انگیز سیادت وقیادت میں نہایت کامیابی کے ساتھ اپنے اہداف حاصل کر رہی ہے۔ الحمدللہ جماعت کے گزشتہ دنوں میں ہونے والے صوبائی انتخابات میں فاضل جلیل علامہ قاری خالد محمود نقشبندی اور عالمی مبلغ اسلام علامہ مفتی محمد اقبال چشتی کی قیادت میں جماعت ایک لمحہ ضائع کئے بغیر مسلسل شبانہ روز مصروف عمل ہے۔ جماعت کی صوبائی قیادت نے صوبہ بھر کی ڈویژنز کی تنظیم نو کر کے پوری تندہی سے تنظیمی سرگرمیاں شروع کر دیں اور ہر ڈویژنل صدر مقام پر تربیتی کنونشن، امن کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ کنونشن وکانفرنس کے لئے ملتان ڈویژن کو 4۔ دسمبر 2007 کا وقت دیا گیا۔ ملتان ڈویژن کے امیر جگر گوشۂ فاتح عیسائیت حضرت علامہ صاحبزادہ مفتی محمد مظہر فرید شاہ، علامہ سید محمد رمضان شاہ فیضی، علامہ حافظ محمد فاروق خان سعیدی امیر ضلع ملتان اور راقم الحروف نے ان پر گراموں کے لئے دن رات ایک کر کے تگ ودو شروع کر دی۔ علامہ محمد صادق سیرانی اور علامہ قاری خادم حسین سعیدی اور خواجہ پیر محمد افضل اویسی بھی اس مہم میں پیش پیش رہے۔ کنونشن سے ایک روز قبل ملتان پریس کلب میں جماعت کی سپریم کونسل کے رکن ممتاز قانون دان جناب وسیم ممتاز ایڈووکیٹ اور سید محمد رمضان شاہ فیضی، علامہ حافظ محمد فاروق خان سعیدی، صاحبزادہ سعید احمد فاروقی، علامہ قاری خادم حسین سعیدی اور راقم نے بھر پور پریس کانفرنس سے خطاب کیا اور جماعت کے پروگرام تربیتی کنونشن وامن کانفرنس کے اغراض ومقاصد پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ پریس کانفرنس میں تمام قومی اخبارات کے نمائندے اور الیکٹرانک میڈیا کے نمائندگان بھی شریک ہوئے اور بھر پور کوریج دی۔ آخر 4۔ دسمبر کا دن آ پہنچا۔ کنونشن اور کانفرنس ملتان کی شاہی عیدگاہ میں منعقد ہو رہے تھے۔ عیدگاہ کا پورا چوک اور در ودیوار جماعت کے گنبد خضرا سے مزین پرچموں سے جگمگا رہے تھے۔ چاروں طرف خیر مقدمی بینر قد آدم دیدہ زیب اشتہارات اور سبز خوبصورت پرچموں کی بہار تھی۔ کنونشن میں جماعت کے قافلے جوق در جوق چلے آ رہے تھے۔ کارکنوں کا جوش وخروش دیدنی تھا۔ ناظمین کنونشن کی محنت اور کاوش رنگ لا رہی تھی۔ پروگرام کے لئے وہ پلاٹ منتخب کیا گیا جو غزالی زماں امام اہل سنت حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ مبارک کے زیر سایہ عوام وخواص کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ پنڈال وسیع وعریض شامیانے اور خوبصورت رنگین قناتوں سے سجا ہوا تھا۔ معزز مہمانوں کے لئے کرسیاں بچھائی گئی تھیں، جب کہ پروقار سٹیج پر جماعت کی قیادت جلوہ گر تھی۔ صوبائی امیر محترم علامہ قاری خالد محمود نقشبندی اور صوبائی ناظم اعلیٰ علامہ مفتی محمد اقبال چشتی تشریف لائے تو پر جوش نعروں سے خیر مقدم کیا گیا۔ صوبائی قیادت سٹیج پر جلوہ افروز ہوئی تو قاری مطیع الرسول سعید صاحب نے باقاعدہ کارروائی کا آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا اور علامہ قاری محمد افضل اویسی نے نعت شریف کی سعادت حاصل کی۔ راقم الحروف نے بطور ناظم کنونشن خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے قائدین کی تشریف آوری پر اظہار تشکر کیا۔ ڈویژن بھر میں تنظیمی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی اور جماعت کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کا عہد کیا۔ ابھی مرکزی قائدین کی آمد آمد تھی۔ سٹیج پر جماعت کی سپریم کونسل کے ممبر وسیم ممتاز ایڈووکیٹ اور صوبائی آرگنائزر حضرت مولانا اللہ بخش رضا، سید مہر امام شاہ صاحب اور دوسرے زعماء جلوہ گر تھے۔ مرکزی امیر جانشین امام اہل سنت اور مرکزی ناظم اعلیٰ مفکر اسلام پنڈال میں تشریف لائے تو تمام پنڈال نے کھڑے ہو کر پر جوش نعروں سے اپنے محبوب قائدین کا بھر پور استقبال

کیا۔جن عہدیداران نے تربیتی کنونشن میں اظہار خیال کیا۔ان میں صوبائی امیر علامہ قاری خالد محمود نقشبندی،صوبائی نائب امیر علامہ مفتی محمد رفیق شاہ جمالی،صوبائی ناظم اعلیٰ علامہ مفتی محمد اقبال چشتی،صوبائی نائب ناظم علامہ محمد صادق سیرانی،ڈویژنل امیر علامہ مفتی محمد مظہر فرید شاہ،صوبائی آگنائزر مولانا اللہ بخش رضا،جناب صوفی احسان الحق فریدی،ضلعی امیر ساہیوال علامہ محمد اللہ دتہ فریدی،ضلعی ناظم ساہیوال مفتی ولایت اقبال،نائب امیر ضلع ساہیوال سید غلام یاسین بخاری،ضلعی امیر لودھراں علامہ سید نصر اللہ شاہ ستاری،ضلع ناظم لودھراں،ضلع ملتان کے امیر علامہ حافظ محمد فاروق خان سعیدی،ناظم اعلیٰ صاحبزادہ سعید احمد فاروقی،ڈویژنل ناظم مالیات قاری خادم حسین سعیدی،قاری مطیع الرسول سعیدی اور دوسرے نمائندگان نے خطاب کیا چونکہ یہ تربیتی کنونشن تھا اس لئے اس میں تنظیمی حوالوں سے ہی گفتگو ہوئی اور کارکنوں کی تربیت کے حوالے سے نہایت قیمتی اظہار خیال کیا گیا۔آخر میں جماعت کے مرکزی امیر حضرت علامہ سید مظہر سعید شاہ کاظمی اور مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ نے اپنے گرانقدر اور بیش قیمت خیالات کا اظہار فرمایا اور کارکنوں کو جماعتی نظم ونسق سے آگاہ فرمایا۔یہ کنونشن اس قدر بھرپور اور ہمہ گیر تھا کہ تمام شرکاء کنونشن کے چہرے مسرت وفرحت سے تمتما رہے تھے اور ہر شخص ڈویژنل عہدیداروں اور ناظم کنونشن کی مخلصانہ مساعی جمیلہ کو دل وجان سے سراہ رہے تھے۔کنونشن کا اختتام صلوٰۃ وسلام اور مرکزی امیر محترم کی دعا پر ہوا۔نماز ظہر کے فوراً بعد عیدگاہ کے وسیع وعریض ہال میں تمام مہمانوں کے لئے پرتکلف ظہرانے کا اہتمام کیا گیا۔مرکزی قائدین نے بھی سب کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔

نماز عشاء کے فوراً بعد عظیم الشان امن کانفرنس کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے کیا گیا۔یہ سعادت محترم قاری محمد حسن غفاری سعیدی کے حصہ میں آئی۔اس کے بعد ملتان کے معروف نعت خوانان حمید نواز،عاصم احمد،نواز قادری،ملک بختیار حسین چشتی نے بارگاہ رسالت ﷺ میں اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت شاہ احمد رضا خان بریلوی کے ایمان افروز نعتیہ کلام کا نذرانہ پیش کیا۔ابتداء میں نقابت کی ذمہ داری شیخ ذوالفقار علی رضوی ناظم خدمت خلق ملتان ڈویژن نے انجام دی بعد میں معروف سکالر بہاؤالدین ذکریا اکیڈمی کے جنرل سیکرٹری اور نشتر میڈیکل کالج کے پروفیسر ڈاکٹر محمد صدیق خان قادری نے یہ فرائض بحسن وخوبی نبھائے۔امن کانفرنس ڈویژنل نائب امیر علامہ محمد صفدر رضوی کی صدارت میں شروع ہوئی۔علامہ محمد اشرف چشتی آگنائزر ضلع خانیوال علامہ پیر سید محمد خلیل الرحمٰن شاہ ضلعی امیر پاکپتن شریف،معروف سماجی شخصیت الحاج مختار علی انصاری،فخر نوجوانان اہل سنت محترم عمر فاروق خان لودھی،ڈویژنل نائب ناظم علامہ پیر سید محمد رمضان شاہ فیضی مہمانان خصوصی کے طور پر سٹیج پر جلوہ گر تھے۔جن جماعتی عہدیداران نے خطابات کیئے ان میں علامہ صاحبزادہ محمد عبداللہ سیالوی ضلع امیر خانیوال،علامہ صاحب زادہ سید محمد محمود الحق شاہ ضلعی امیر وہاڑی،چوہدری محمد ارشد تبسم ایڈووکیٹ ضلعی ناظم وہاڑی،جناب محمد شاہد رضا ضلعی ناظم خانیوال،علامہ حافظ فاروق خان سعیدی ضلعی امیر ملتان،صاحبزادہ وسیم ممتاز ایڈووکیٹ،خطیب ملت علامہ عبدالوحید ربانی،پیر سید محمد نصر اللہ شاہ ستاری ضلعی ناظم لودھراں شامل ہیں۔وسیع وعریض پنڈال میں پھیلے ہوئے ہزاروں افراد کے عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے صوبائی امیر علامہ قاری خالد محمود نقشبندی نے کہا برصغیر میں دوقومی نظریہ کے بانی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔انہوں نے کہا پاکستان ہمارے علماء ومشائخ نے بنایا۔تحریک پاکستان سے تعمیر پاکستان تک اہل سنت کی قربانیوں کی لازوال داستان تاریخ میں جگمگا رہی ہے۔صوبائی ناظم اعلیٰ خطیب شعلہ نوا علامہ مفتی محمد اقبال چشتی نے اپنی روایتی گھن گرج میں خبردار کیا کہ اب کسی کو اہل سنت کے حقوق غصب نہیں کرنے دیئے جائیں گے۔پنجاب میں پرویز الٰہی کی حکومت نے اہل سنت کے ساتھ مسلسل ناانصافی کا برتاؤ کیا اور دانستہ اکثریت کے حقوق پامال کیئے۔اب ایسے لوگوں کے محاسبے کا وقت آپہنچا ہے۔جماعت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مفکر اسلام ومفسر قرآن اہل سنت کے عظیم ترجمان علامہ سید ریاض حسین شاہ فلک شگاف نعروں کی گونج میں مائیک پر جلوہ گر ہوئے تو پورے پنڈال کا جوش وجذبہ عروج پر تھا۔آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اقتدار جماعت اہل سنت کی منزل نہیں ہم اپنے آقا ومولا پیارے مصطفیٰ ﷺ کے نظام کو رائج ونافذ کرنا چاہتے ہیں۔انہوں نے بتایا کہ اہل سنت ہی بزرگوں کی دینی اور ملی روشن روایات کے وارث ہیں۔آپ نے فرمایا کہ اہل سنت کا ایک فرد بھی دہشت گردی کی کارروائی میں ملوث نہیں ہم نے اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر شجر ملت کی آبیاری کی ہے۔انہوں نے جماعت کے کارکنوں کو تلقین کی کہ آئندہ انتخابات میں یارسول اللہ ﷺ کہنے والے اُمیدواروں کو ووٹ دے کر اسمبلیوں میں بھجوائیں۔انہوں نے ارباب اقتدار کو واشگاف الفاظ میں خبردار کیا کہ اکثریت کو نظر انداز کر کے کوئی بھی فیصلہ نافذ نہیں کیا جاسکتا۔شاہ صاحب کے خطاب کے بعد جماعت کے مرکزی امیر جانشین امام اہل سنت حضرت علامہ پروفیسر سید مظہر سعید شاہ کاظمی کے خطاب کا اعلان ہوا تو پورے پنڈال میں ولولہ انگیز نعروں نے پنڈال کو لرزا دیا آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔اہل سنت وجماعت میدان بدر سے اب تک دین حق کے لئے قربانیاں دیتے اور اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے آئے ہیں۔پاکستان ہمارے اسلاف کی قربانیوں کا ثمر ہے۔اس کے تحفظ اور سالمیت واستحکام کی ذمہ داری بھی ہم پر عائد ہوتی ہے۔انہوں نے فرمایا کے جماعت کے کارکن شہر شہر،قریہ قریہ،بستی بستی،نگر نگر پھیل جائیں اور امن وآشتی پر مشتمل جماعت کا پیغام گھر گھر پہنچائیں۔جماعت اہل سنت امام اہل سنت حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی فکری اور

نظریاتی تحریک ہے۔ جماعت کا سبز گنبد والا پرچم ہر سنی اپنے گھر پر لہرائے اور جماعت کا ہر کارکن جماعت کے کاز کے لئے خود کو وقف کر دے۔ اس عظیم الشان اور فقید المثال کانفرنس کا اختتام درود وسلام پر ہوا۔ مرکزی امیر محترم نے عالم اسلام پاکستان اور اہل سنت کے اجتماعی وانفرادی مشکلات کے حل کے لئے دعا فرمائی۔ دعا کے دوران ہر آنکھ اشک ریز اور ہر سر عجز وانکساری سے بارگاہ خداوندی میں جھکا ہوا تھا۔ اس کے بعد شرکاء کانفرنس نے امام اہل سنت غزالی ءدوراں حضرت سید احمد سعید شاہ کاظمی کے مزار پُر انوار پر حاضری دی اور جماعت کے قافلے درود وسلام پڑھتے ہوئے اپنی اپنی منزلوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ اہل ملتان کا کہنا ہے کہ یہ لمحات برسوں تک اہل دل کے قلوب واذہان پر نقش رہیں گے۔

آجکل

اب تو فیشن کی بدولت دلربائی عام ہے
ہے پری چہرہ جو بیوی تو میاں گلفام ہے

وسعتِ شلوار میں تو تنگ آتے ہیں نظر
تنگیٔ پتلون میں لیکن انہیں آرام ہے

مفت خور و راشی و خائن ، سمگلر اور ہیں
مولوی بیچارہ یونہی مفت میں بدنام ہے

مولوی سجدے میں مسٹر رقص میں آیا نظر
وہ پرانا دین ہے اور یہ نیا اسلام ہے

مولوی تو اپنے گھر میں حاکم و مخدوم ہے
اور اپ ٹو ڈیٹ شوہر بندۂ بے دام ہے

آجکل کی روشنی ہے نام ہی کی روشنی
صبح بننا چاہتی ہے در حقیقت شام ہے

اپنے دل میں عشق ہے اُن کی زباں پر شرک ہے
اپنا اپنا ہے عقیدہ اپنا اپنا کام ہے

ذکر مٹ سکتا نہیں اللہ کے محبوب کا
فتویِ بدعت کسی کو کوششِ ناکام ہے

ہیبتِ حق کا کرشمہ ہے یہ حقؔ حق دیکھنا
دیکھتے ہی تجھ کو باطل لرزہ بر اندام ہے

حاجی حقؔ حق کوٹلوی